ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

ستمبر ۱۹۹۴ء

ایڈیٹر

نصر اللہ خان ناصر

احمدی انصار کی تربیت کیلئے

ماہنامہ

انصار اللہ ربوہ

تبوک ۱۳۷۳ ہش

ستمبر ۱۹۹۴ء

ایڈیٹر
نصر اللہ خاں ناصر

پبلشر:- چوہدری محمد ابراہیم
پرنٹر:- قاضی منیر احمد
مطبع:- ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ
مقام اشاعت:- دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دار الصدر جنوبی۔ ربوہ

اس ماہ کے شمارے میں

جلد نمبر ۳۵ شمارہ نمبر ۹

شرح چندہ
پاکستان ———— چالیس روپے سالانہ
قیمت فی پرچہ ———— چار روپے

اداریہ

اچھی تربیت — روشن مستقبل

غلبۂ دین حق کی آسمانی تقدیروں پر جماعت احمدیہ کا نہ صرف ایمان و ایقان ہے بلکہ یہ جماعت الٰہی وعدوں کو ہر روز بڑی شان سے پورا ہوتا دیکھ رہی ہے اور یہ وہ جماعت ہے جو حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامے ہوئے نہایت ہمت اور اولوالعزمی کے ساتھ شاہراہِ غلبہ پر آگے بڑھ رہی ہے اور ہر نیا سورج احمدیت کو پہلے سے زیادہ مضبوط اور مستحکم تر دیکھتا ہے۔

جماعت احمدیہ کا موجودہ دَور دعوت الی اللہ کے نہایت وسیع اور حیرت انگیز نتائج و ثمرات کا حامل ہے۔ اور نیک طبعوں پر کثرت سے فرشتوں کا نزول ہو رہا ہے۔ وہ دن دُور نہیں جب اللہ تعالیٰ مشرق و مغرب کو ایک ہاتھ پر اکٹھا کر دے گا۔ اور دنیا خدا کی سچی توحید کو قبول کر کے اپنے خالقِ حقیقی سے دائمی تعلق قائم کرے گی۔

آج جماعتِ احمدیہ کے سامنے ایک اہم منزل جہادِ اکبر ہے یعنی تربیت و اصلاحِ نفس۔ اسی ذریعہ سے اعلیٰ اقدار اور ارفع مقام کا حصول ممکن ہے۔ قومی ترقی اور اس کے شاندار مستقبل کا تعلق اسی جہادِ اکبر سے ہے۔ ہمارے سامنے ایک بڑا محاذ نئی نسل کی تربیت کا ہے۔ نئی نسل کی ذہنی علمی اخلاقی اور روحانی تربیت ہی اسے اعلیٰ و ارفع مقام پر پہنچا سکتی ہے۔ اس جدوجہد کا ٹارگٹ احمدیت کے ماحول میں نشوونما حاصل کرنے والے بچے اور نومبائعین ہیں۔ جو دعوت الی اللہ کے اثمار ہیں۔ تربیت کے اس اہم فریضہ کے لئے دعا اور بہترین نمونہ سب سے مؤثر ہتھیار ہیں۔ نئے آنے والے خواہ بچے ہوں یا بڑے، احمدیت کو ورثہ میں پانے والے ہوں یا نئے ملنے والے ثمرات ان سب کی تربیت کا اہم ذریعہ نیک اور پاکیزہ نمونہ ہے۔ جو دلوں پر انمٹ نقوش پیدا کرتا ہے۔ محض قیل و قال سے کچھ نہ ہوگا۔ جب تک روح و قلب پر وہ اثرات ظاہر نہ ہوں گے۔ اور یہ دعا ان تدابیر کو مؤثر بنائے گی اور معاشرہ ایک عظیم انقلاب سے روشناس ہوگا۔

نئی نسل کے حوالہ سے ہماری ایک اور نہایت اہم ذمہ داری وقف نَو میں شامل بچوں کی تربیت ہے۔ وقف نَو کے بچے ہمارا نہایت قیمتی قومی سرمایہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ عطا اس کی تائید و نصرت کا ایک نشان ہے۔ اسی اہمیت کے پیشِ نظر واقفینِ نَو بچوں کی تربیت کے متعلق قابلِ توجہ ہمارے امام ھمام ایدہُ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے آپ نے فرمایا:۔

”بچپن سے ہی ان کی اعلیٰ تربیت کرنی شروع کر دیں۔ اور اعلیٰ تربیت کے ساتھ ان کو بچپن سے اس بات پر آمادہ کرنا شروع کر دیں کہ تم ایک عظیم مقصد کے لئے ایک عظیم الشان وقت میں پیدا ہوئے ہو۔ جبکہ غلبۂ (دین) کی ایک صدی غلبہ (دین) کی دوسری

صدی سے مل گئی ہے ۔ اس سنگم پر تمہاری پیدائش ہوئی ہے ۔ اور اس نیت اور دعا کے ساتھ ہم نے تجھ کو مانگا تھا خدا سے کہ اے خدا! تو آئندہ نسلوں کی تربیت کے لئے ان کو عظیم الشان مجاہد بنا ۔ اگر اس طرح دعائیں کرتے ہوئے لوگ اپنے آئندہ بچوں کو وقف کریں گے ۔ تو مجھے یقین ہے کہ ایک بہت ہی حسین اور بہت ہی پیاری نسل ہماری آنکھوں کے سامنے دیکھتے دیکھتے اپنے آپ کو خدا کی راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار ہو جائے گی ۔"

(از خطبہ فرمودہ الفضل ۱۳ - اپریل ۱۹۸۷ء)

اس عظیم الشان مقصد کے لئے ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اپنے بہتر مستقبل کے لئے اپنی نئی نسل خصوصاً وقف نو میں شامل بچوں اور جماعت میں ان نئے داخل ہونے والے دوستوں کی اچھی تربیت کریں ۔ اور اس کے لئے تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے ۔

حضرت حکیم مولانا شیخ خورشید احمد صاحب فاضل صدر عمومی ربوہ کی وفات

یہ نہایت ہی افسوس ناک خبر احباب جماعت تک پہنچ چکی ہے ۔ کہ ہمارے نہایت ہی واجب الاحترام منتظم اور مدبر، متبحر عالم جرأت و شجاعت کے پیکر حضرت حکیم مولانا شیخ خورشید احمد صاحب فاضل ۱۵ - ۱۶ - اگست کی درمیانی شب اسلام آباد میں وفات پا گئے ۔ (ہم اسی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں) آپ نے بڑے نامساعد حالات میں ابتلاؤں کے دور میں ۲۰ سال سے زائد عرصہ ربوہ کے صدر عمومی کی حیثیت سے مثالی کام کیا ۔ آپ علم حدیث کے بلند پایہ استاد تھے ۔ مجلس افتا اور مجلس کارپرداز بہشتی مقبرہ کے رکن بھی رہے ۔ آپ کو کئی ماہ تک اسیر راہ مولیٰ رہنے کا شرف بھی حاصل ہوا ۔ یہ قید و بند کی صعوبت آپ نے پیرانہ سالی میں نہایت صدق و وفا سے برداشت کی ۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی وفات پر فرمایا :-

" مولوی صاحب نے جماعت کی بہت خدمت کی ہے ۔ وہ بہت گہرے عالم تھے ۔ حدیث کا ٹھوس علم حاصل تھا ۔ جامعہ میں میرے استاد رہے ہے ...... بڑی انتظامی صلاحیت کے مالک تھے ۔"

سیدنا امام ہمام ایدہ اللہ تعالیٰ کے مبارک الفاظ سے آپ کا مقام اور عظمت واضح ہے ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کی وفات سے پیدا ہونے والے خلاء کو اپنے فضل سے پورا کرے اور آپ کے درجات بلند سے بلند تر فرمائے ۔ آمین　　(ادارہ)

امام الکلام

"ایک روشن چراغ ۔ جو عین سچّائی کی راہیں دکھاتا ہے"

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"سب سے سیدھی راہ اور بڑا ذریعہ جو انوارِ یقین اور تواتر سے بھرا ہُوا اور ہماری روحانی بھلائی اور ترقی علمی کیلئے کامل راہنما ہے ۔ قرآن کریم ہے جو تمام دنیا کے دینی نزاعوں کے فیصلہ کرنے کا متکفل ہو کر آیا ہے جس کی آیت آیت اور لفظ لفظ ہزار ہا طور کا تواتر اپنے ساتھ رکھتی ہے اور جس میں بہت سا آبِ حیات ہماری زندگی کیلئے بھرا ہُوا ہے اور بہت سے نادر اور بیش قیمت جواہر اپنے اندر مخفی رکھتا ہے ۔ جو ہر روز ظاہر ہوتے جاتے ہیں ۔ یہی ایک عمدہ محک ہے جس کے ذریعہ سے ہم راستی اور ناراستی میں فرق کر سکتے ہیں ۔ یہی ایک روشن چراغ ہے جو عین سچائی کی راہیں دکھاتا ہے ۔ بلاشبہ جن لوگوں کو راہِ راست سے مناسبت اور ایک قسم کا رشتہ ہے اُن کا دل قرآن شریف کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے اور خدائے کریم نے اُن کے دل ہی اس طرح کے بنا رکھے ہیں کہ وہ عاشق کی طرح اپنے اس محبوب کی طرف جھکتے ہیں اور بغیر اس کے کسی جگہ قرار نہیں پکڑتے ۔ اور اس سے ایک صاف اور صریح بات سُن کر پھر کسی دوسرے کی نہیں سُنتے ۔ اس کی ہر ایک صداقت کو خوشی سے اور دوڑ کر قبول کر لیتے ہیں ۔ اور آخر وہی ہے جو موجبِ اشراق اور روشن ضمیری کا موجب ہو جاتا ہے ۔ اور عجیب در عجیب انکشافات کا ذریعہ ٹھہرتا ہے اور ہر ایک کو حسبِ استعداد معراجِ ترقی پر پہنچاتا ہے ۔ راستبازوں کو قرآن کریم کے انوار کے نیچے چلنے کی ہمیشہ حاجت رہی ہے اور جب کبھی کسی حالتِ جدیدہ زمانہ نے اسلام کو کسی دوسرے مذہب کے ساتھ ٹکرا دیا ہے تو وہ تیز اور کارگر ہتھیار جو فی الفور کام آیا ہے قرآن کریم ہی ہے ۔ ایسا ہی جب کہیں فلسفی خیالات مخالفانہ طور پر شائع ہوتے رہے تو اس خبیث پودہ کی بیخ کنی آخر قرآن کریم ہی نے کی اور ایسا اس کو حقیر اور ذلیل کر کے دکھلا دیا کہ ناظرین کے آگے آئینہ رکھ دیا کہ سچا فلسفہ یہ ہے نہ وہ ۔ حال کے زمانہ میں بھی جب اوّل عیسائی واعظوں نے سر اٹھایا اور بدفہم اور نادان لوگوں کو توحید سے کھینچ کر ایک عاجز بندہ کا پرستار بنانا چاہا اور اپنے مغشوش طریق کو سوفسطائی طریق سے آراستہ کر کے ان کے آگے رکھ دیا ۔ اور ایک طوفان ملکِ ہند میں برپا کر دیا ۔ آخر قرآن کریم ہی تھا جس نے انہیں پسپا کیا کہ اب وہ لوگ کسی باخبر آدمی کو منہ بھی نہیں دکھلا سکتے اور ان کے لمبے چوڑے عذرات کو یوں الگ کر کے رکھ دیا جس طرح کوئی کاغذ کا تختہ لپیٹے"

(ازالہ اوہام صفحہ ۲۸۱-۲۸۲　روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۸۱-۳۸۲)

کلام الامام

صفتِ صبر اور صفتِ اشتیاقِ شدید

حضرت مصلح موعود ...... آیت وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا کی تفسیر میں فرماتے ہیں :-

"ترقی کرنے والی قوم کے اندر مادہ صبر کا پایا جانا نہایت ضروری ہے یعنی اس میں یہ قابلیت ہونی چاہیئے کہ اسے جس بات سے بھی روکا جائے رُک جائے تاکہ جب بھی بدیوں کے مواقع آئیں خرابیوں اور تباہیوں کے اوقات آئیں وہ اپنے نفس کو روک لے اور ان بدیوں میں ملوث ہونے سے اپنے آپ کو بچالے یہی وہ خوبی ہوتی ہے جس کو پیدا کرنے کی وجہ سے ایک قوم جیت جاتی ہے اور دوسری قوم اس سے محروم ہونے کی وجہ سے شکست کھا جاتی ہے۔ ورنہ جہاں تک آنکھ کان دل اور دماغ وغیرہ کا سوال ہے وہ سب میں یکساں ہوتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ بعض لوگ اپنے آپ کو موقعہ پڑنے پر بُری باتوں سے روک نہیں سکتے اور بعض روک لیتے ہیں۔ روکنے والے جیت جاتے ہیں اور دوسرے لوگ ہار جاتے ہیں۔

دوسری چیز جس کا ترقی کرنے والی قوم کے اندر پایا جانا نہایت ضروری ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب بھی کوئی اچھی چیز اس کے سامنے آئے اسکے دل میں شدید شوق پیدا ہو جائے کہ کسی طرح مَیں اس چیز کو حاصل کر لوں۔ گویا صفتِ صبر اور صفتِ اشتیاق شدید یا رغبتِ شدید۔ یہ دو خوبیاں جس قوم کے اندر پائی جائیں وہ یقیناً دنیا میں غالب آجاتی ہے۔ اور یہی دو چیزیں ہیں جن پر ترقیات کا مدار ہے ...... تو ترقی کرنے کیلئے دو قابلیتوں کا پایا جانا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ اوّل یہ کہ جب کسی بُری بات سے اُسے روکا جائے تو وہ رک جائے دوسرے یہ کہ جس قدر مفید اور کار آمد چیزیں ہوں اُن کے حصول کی اسکے دل میں شدید رغبت پائی جاتی ہو۔ وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا کہہ کر اللہ تعالیٰ نے .... انہی خوبیوں کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جتنی چیزیں انسانی ترقی میں حائل ہو سکتی ہیں۔ اُن سب سے یہ لوگ بچتے ہیں۔

...... غرض پہلا قدم قومی ترقی کیلئے یہ ہوتا ہے کہ قوم ان اعمال سے بچتی ہے جو ترقی میں روک ہوتے ہیں مثلاً سُستی ہے، جہالت ہے، غفلت ہے، ضد ہے، نافرمانی ہے، ظلم ہے، لڑائی جھگڑا ہے، بدسلوکی ہے، تلخی ہے، جھوٹ ہے، فریب ہے، خیانت ہے، فسق و فجور ہے یا اسی طرح کی اور خرابیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ لوگ وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ہیں۔ کہ اپنے نفوس کو ایسی تمام باتوں سے روکتے ہیں جن سے رُکنا چاہیئے اور ان لوگوں میں یہ مادہ پایا جاتا ہے کہ جب انہیں کہا جاتا ہے فلاں بات بُری ہے اس سے بچو تو یہ فوراً اس سے رُک جاتے ہیں۔ اور اس حد تک اپنے نفوس کو روکتے ہیں کہ غَرْقًا ہو جاتے ہیں یعنی اپنے نفوس پر غالب آجاتے ہیں۔ ..... پھر یہ اپنے نفوس پر ہی غالب نہیں آتے بلکہ دوسروں کی بھی اصلاح کرتے ہیں۔"

(تفسیر کبیر جلد ہشتم صفحہ ۱۰۳ تا ۱۰۵)

عربی منظوم کلام

هَنِيئًا لَّكُمْ بَعْثِي فَبَشُّوا وَابْشِرُوا

تمہارے لئے میری بعثت مبارک ہو۔ پس خوش ہو جاؤ اور خوشی مناؤ

وَوَاللّٰهِ اِنِّيْ قَدْ تَبِعْتُ مُحَمَّدًا　　　وَفِيْ كُلِّ اٰنٍ مِّنْ سَنَاهُ اُنَوَّرُ

اور خدا کی قسم! میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی ہے اور ہر لحظہ میں انہی کی روشنی سے منور کیا جاتا ہوں

وَمَا اَنَا مِمَّنْ يَّمْنَعُ السَّيْفُ قَصْدَهُ　　　فَكَيْفَ يُخَوِّفُنِيْ بِشَتْمٍ مُّكَفِّرُ

اور میں ان لوگوں سے نہیں ہوں کہ تلوار ان کے ارادے کو روک سکے۔ سو ایک مکفّر مجھے گالیوں سے کیسے ڈرا سکتا ہے

لَنَا كُلَّ يَوْمٍ نُّصْرَةٌ بَعْدَ نُصْرَةٍ　　　فَمُتْ اَيُّهَا النَّارِيُّ بِنَارٍ تُسَعَّرُ

ہمیں ہر روز نصرت پر نصرت مل رہی ہے۔ سو اے حسد کی آگ میں جلنے والے! اس آگ کے ذریعہ ہلاک ہو جا جسے تو خود ہی بھڑکا رہا ہے

وُعِدْنَا مِنَ الرَّحْمٰنِ عِزًّا وَّسُؤْدَدًا　　　فَقُمْ وَامْحُ هٰذَا النَّقْشَ اِنْ كُنْتَ تَقْدِرُ

ہمیں خدائے رحمان کی طرف سے عزت اور سرداری کا وعدہ دیا گیا ہے۔ سو اٹھ، اگر تو قدرت رکھتا ہے، تو اس نقش کو مٹا دے

اَلَا اِنَّمَا الْاَيَّامُ رَجَعَتْ اِلَى الْهُدٰى　　　هَنِيْئًا لَّكُمْ بَعْثِيْ فَبَشُّوْا وَابْشِرُوْا

سن لو! زمانہ ہدایت کی طرف لوٹ پڑا ہے۔ تمہارے لئے میری بعثت مبارک ہو۔ پس خوش ہو جاؤ اور خوشی مناؤ

دَعُوْا غَيْرَ اَمْرِ اللّٰهِ وَاسْعَوْا لِاَمْرِهٖ　　　هُوَ اللّٰهُ مَوْلَانَا اَطِيْعُوْهُ وَاحْضُرُوْا

غیر اللہ کے حکم کو چھوڑ دو اور اللہ کے حکم (کی اطاعت) میں کوشش کرو۔ اللہ ہی ہمارا مولیٰ ہے اس کی اطاعت کرو اور حاضر ہو جاؤ

اَلَا لَيْسَ غَيْرُ اللّٰهِ فِي الدَّهْرِ بَاقِيًا　　　وَكُلُّ جَلِيْسٍ مَّا خَلَا اللّٰهَ يُهْجَرُ

سنو! اللہ کے سوا زمانے میں کوئی باقی رہنے والا نہیں اور ہر ایک ہمنشین اللہ کے سوا جدا کیا جائے گا

(القصائد الاحمدیہ صفحہ ۳۶۰)

فارسی منظوم کلام

نیست شو تا بر تو فیضانے رسد

آں گروہے بیں کہ از خود فانی اند ∴ جاں فشاں بر گفتۂ ربّانی اند
ان لوگوں کو دیکھ جو فانی ہیں اور خدا کے کلام پر جان قربان کرتے ہیں

دُور تر از خود بہ یار آمیختہ ∴ آبرو از بہرِ رُوئے ریختہ
خودی سے دُور ہو کر یار سے واصل ہو گئے اور اس حسین چہرہ کی خاطر عزت و آبرو برباد کر دی

دیدنِ شاں میدہد یاد از خدا ∴ صدق ورزاں در جنابِ کبریا
ان کو دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے۔ کیونکہ وہ خدائے کبریا کی جناب میں راستباز ہیں

تا نہ گردد عجز در نفست عیاں ∴ نورِ حقّانی چساں تابد براں!
جب تک تیرے نفس میں عاجزی پیدا نہ ہوگی تب تک خدائی نور اُس پر کیونکر روشنی ڈالے گا۔

تا نمیرد دانۂ اندر زمین ∴ کے زیک صدمے شود تو خود ببیں
جب تک دانہ زمین میں داخل ہو کر مرے گا نہیں تب تک ایک سے سو کیونکر بنے گا

نیست شو تا بر تو فیضانے رسد ∴ جاں بیفشاں تا دِگر جانے رسد
نیست ہو جا تاکہ تجھ پر فیضان نازل ہو۔ جان قربان کر تا دوسری زندگی ملے

تا تو زار و عاجز و مضطر نۂ ∴ لائقِ فیضانِ آں رہبر نۂ
جب تک تو کمزور عاجز اور مضطر نہیں تب تک اس رہبر کے فیضان کے قابل بھی نہیں

(براہین احمدیہ حصہ سوم حاشیہ ۱۱ روحانی خزائن جلد ۱ ص ۱۴۶)

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا تازہ منظوم کلام

جماعت احمدیہ یو۔ کے۔ کے ۲۹ ویں جلسہ سالانہ میں ۳۰۔ جولائی ۱۹۹۴ء کے دوسرے اجلاس میں حضور انور کے منظوم کلام کا پہلا حصہ (عامۃ الناس سے مخاطب ہوکر)

جاء المسیح جاء المسیح

بہار آئی ہے ۔ دل وقفِ یار کر دیکھو
خرد کو نذرِ جنونِ بہار کر دیکھو

غضب کیا ہے جو کانٹوں سے پیار کر دیکھا
اب آؤ پھولوں کو بھی ہمکنار کر دیکھو

جو کر سکے تھے کیا۔ غیر ہمیں بنا نہ سکے
ہم اب بھی اپنے ہیں۔ اپنا شمار کر دیکھو

بس اب نہ دُور رکھو اپنے دل سے اہلِ وطن
ہے تم سے پیار ہمیں ۔ اعتبار کر دیکھو

ہمیں کبھی تو تم اپنی نگاہ سے دیکھو
تعصبات کی عینک اُتار کر دیکھو

لگا رکھی ہیں جو چہروں پہ مولوی آنکھیں
نظر کی برچھی ان آنکھوں سے پار کر دیکھو

نحوستوں کا بھگندر ہے پیر تسمہ پا
کسی دن اس کو گلے سے اُتار کر دیکھو

نقاب اوڑھ رکھا ہے جو مولویت کا
اتار پھینکو اُسے تار تار کر دیکھو

تمہارا چہرہ بُرا تو نہیں۔ نہا دھو کر
کبھی تو حُسنِ شرافت نکھار کر دیکھو

مسیح اُترا ہے عِندَ المَنارۃِ البَیضاء
اُٹھو۔ کہ جائے ادب ہے سنوار کر دیکھو

لگاؤ سیڑھی اُتارو دلوں کے آنگن میں
نثار جاؤ۔ نظر وار وار کر دیکھو

جو اس کے ساتھ اسی کی دعا سے اُترا ہے
یہ مائدہ ہے ڈِشوں میں اُتار کر دیکھو

بُلا رہی ہیں تمہیں پیار کی کھُلی باہیں
چلے بھی آؤ نا۔ لِلّٰہ پیار کر دیکھو

محبتوں کے سمندر سے دُوریاں کیسی
لپٹ کے موجوں سے بوس وکنار کر دیکھو

آمد امام کامگار

جلسہ سالانہ کے آخری روز ۳۱۔جولائی ۱۹۹۴ء کے آخری اجلاس میں حضور انور کے منظوم کلام کا دوسرا حصہ (مخالفین سے خطاب)۔

ہیں آسمان کے تارے گواہ۔سورج چاند
پڑے ہیں ماند۔ ذرا کچھ بچار کر دیکھو

ضرور مہدیٔ دوراں کا ہو چکا ہے ظہور
ذرا سا نورِ فراست نکھار کر دیکھو

خزانے تم پہ لُٹائے گا لاجَرم لیکن
بس ایک نذرِ عقیدت گزار کر دیکھو

اگر ہے ضد کہ نہ مانو گے۔ پر نہ مانو گے
تو ہو سکے جو کرو۔ بار بار کر دیکھو

بدل سکو تو بدل دو نظامِ شمس و قمر
خلاف گردشِ لیل و نہار کر دیکھو

پلٹ سکو تو پلٹ دو خرامِ شام و سحر
حسابِ چرخ کو بے اعتبار کر دیکھو

جو ہو سکے تو ستاروں کے راستے کاٹو
کوئی تو چارہ کرو کچھ تو کار کر دیکھو

سوار لاؤ۔ پیادے بڑھاؤ۔ چڑھ دوڑو
جو بن سکے وہ پئے کارزار کر دیکھو

خدا کی بات ٹلے گی نہیں۔ تم ہو کیا چیز
اٹل چٹان ہے۔ سر مار مار کر دیکھو

اُتر رہی ہیں فلک سے گواہیاں۔ روکو
وہ غُل غپاڑہ کرو۔ حال زار کر دیکھو

گواہ دو ہیں دو ہاتھوں سے چھاتیاں پیٹو
خسوفِ شمس و قمر۔ ہار ہار کر دیکھو

جلن بہت ہے تو ہوتی پھرے نہ نکلے گی
بھڑاس سینے کی، یک یک ہزار کر دیکھو

قفس کے شیروں سے کرتے ہو زور دو دو ہاتھ
دو آنکھیں ان کے ببر سے بھی چار کر دیکھو

مری سنو تو پہاڑوں سے سر نہ ٹکراؤ
جو میری مانو تو عجز اختیار کر دیکھو

درس الحدیث

"اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت"

عَنْ اَنَسٍ اَنَّہٗ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَتٰی قِیَامُ السَّاعَۃِ فَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَلَمَّا قَضٰی صَلٰوتَہٗ قَالَ اَیْنَ السَّائِلُ عَنْ قِیَامِ السَّاعَۃِ۔ فَقَالَ الرَّجُلُ اَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ قَالَ مَا اَعْدَدْتَ لَھَا فَقَالَ مَا اَعْدَدْتُ لَھَا کَبِیْرَ صَلٰوۃٍ وَلَا صَوْمٍ اِلَّا اَنِّیْ اُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ وَاَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ فَمَا رَاَیْتُ الْمُسْلِمُوْنَ بَعْدَ الْاِسْلَامِ فَرِحُوْا بِشَیْءٍ فَرْحَھُمْ بِھَا۔ (جامع ترمذی کتاب الزھد باب المرء مع من احبّ)

(ترجمہ) حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ قیامت کب آئیگی (اس دوران) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کیلئے کھڑے ہو گئے۔ جب آپؐ نے نماز ختم کی تو آپؐ نے فرمایا قیامت کے آنے کے بارہ میں سوال کرنیوالا شخص کہاں ہے۔ اس شخص نے عرض کیا میں ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپؐ نے اس سے دریافت فرمایا کہ تُو نے (قیامت کیلئے) کیا تیاری کی ہے۔ اس نے عرض کیا کہ میں نے زیادہ نماز اور روزہ (کی عبادت) کے طور پر تو تیاری نہیں کی۔ سوائے اس (عمل) کے کہ میں اللہ اور اسکے رسولؐ سے محبت کرتا ہوں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے اس نے محبت کی اور تُو اسی کیساتھ ہے جس سے تُو نے محبت کی۔ راوی کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو اسلام کے بعد اس (خبر) سے بہت خوشی ہوئی۔ یہ حدیث بخاری کتاب الادب میں بھی معمولی لفظی تغیر سے مذکور ہے اور صوم کے ساتھ صدقہ کا لفظ بھی آیا ہے۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ:۔

۱۔ صحابہ کرام قیامت کے بارہ میں سوال کرتے جس سے ان کے دل میں فکرِ معاد اور یوم حساب کا خوف غالب ہوتا۔ ۲۔ صحابہ کے دلوں میں یہ ڈر اس وجہ سے بھی رہتا کہ وہ اپنی بشری کمزوریوں کے باعث عبادات اور نیکیوں میں اپنی حقیقت سمجھتے تھے۔ ۳۔ قیامت کے بارہ میں سوال کا جواب عملی طور پر بھی دے دیا یعنی نماز قائم کی اور اسے سوال پر بھی مقدم کیا۔ ۴۔ روایت سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ آپؐ سوال کا جواب اس طور پر دیا کرتے تھے کہ سوال کرنے والے کو بھی سوچ بچار کا موقعہ ملتا۔ چنانچہ سوالی سے دریافت کیا کہ تو نے کیا تیاری کی ہے؟۔ ۵۔ اس حدیث میں سوال کرنے والے کے اخلاص پر اصولی جواب دیا کہ آدمی اسی کے ساتھ ہوتا ہے جس سے اسے تعلقِ محبت ہوتا ہے۔ ۶۔ نماز روزہ اور صدقہ یعنی دیگر نیکیوں میں کمی بیشی پر اللہ اور اسکے رسولؐ کی محبت کو پسندیدہ قرار دیا گیا۔ کیونکہ یہ محبت ہی اعلیٰ نیکیوں کی توفیق دیتی ہے۔
۷۔ "تو اس کے ساتھ ہے جس سے تُو نے محبت کی۔" دوسری روایت میں "اس کیلئے جو اس نے عمل کیا" فرما کر نجات اور فلاح کی خوشخبری دی۔
۸۔ "اللہ اور اس کے رسول کی محبت" کو خوشنودی کا موجب قرار دے کر صحابہ کیلئے نہایت فرحت و انبساط بخشی گئی۔

اس حدیث میں "اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ" ان جوامع الکلم سے ہے (جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر انبیاء پر فضیلت ہے) آپؐ نے ایک عظیم الشان سچائی اور حقیقت کو بیان کر دیا ہے۔ یہاں حقائق و معارف کا ایک سمندر ہے جو ان الفاظ میں موجزن ہے۔ اور قرآن کریم کے مطابق اتباع رسولؐ اور محبت الٰہی کے تعلق اور وابستگی کی حسین کیفیت اس جواہر پارے میں نظر آتی ہے۔

باقی ص ۳۹ پر

جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ یو کے (برطانیہ) منعقدہ ۲۹-۳۰-۳۱ جولائی کی مختصر رُوئیداد

○ دعاؤں، عبادات، ذکر الٰہی، للّٰہی محبت اور بھائی چارہ کے رُوحانی ماحول میں جلسہ سالانہ کا بابرکت انعقاد

○ ۷۰ ممالک کے ۱۱ ہزار سے زائد افراد کی شمولیت۔ مختلف دینی، علمی و تربیتی موضوعات پر تقاریر

○ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے ولولہ انگیز اور روح پرور خطابات

○ عالمی بیعت میں ۹۳ ممالک کے چار لاکھ اٹھارہ ہزار دو سو چھ افراد کی شمولیت

○ M.T.A کے ذریعہ دنیا بھر میں جلسہ کی کارروائی براہ راست نشر کی گئی

○ تقاریر کا رواں ترجمہ سات زبانوں میں ٹیلی کاسٹ کیا گیا

بشکریہ الفضل انٹرنیشنل - لندن ۱۲ - ۱۹ اگست ۱۹۹۴ء

اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ جماعت احمدیہ یو کے کا ۲۹ واں جلسہ سالانہ ۲۹ تا ۳۱ جولائی بروز جمعہ ہفتہ اور اتوار اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں اپنی تمام تر عظیم الشان روایات کے ساتھ بخیر و خوبی انعقاد پذیر ہوا۔ اس جلسہ میں ۷۰ ممالک کے گیارہ ہزار سے زائد افراد نے شمولیت کی۔ مکرم عبدالباقی صاحب ارشد افسر جلسہ سالانہ نے بتایا کہ اگرچہ جلسہ کے انتظامات بہت پہلے شروع ہو جاتے ہیں۔ لیکن قریباً یکم جولائی سے اکثر انتظامات بھرپور طریق پر جاری ہو جاتے ہیں۔ امسال مختلف شعبہ جات میں ۹۰۰ سے زائد کارکنان و کارکنات نے ڈیوٹیاں دیں اور جلسہ کے انتظامات کو کامیابی سے چلانے کیلئے بہت محنت اور خلوص کے ساتھ دن رات کام کیا۔ باہر سے آنے والے بعض مہمانوں اور نو احمدیوں نے بھی مختلف شعبہ جات میں خدمت کا فریضہ انجام دیا۔ الحمدللہ کہ تمام انتظامات

نہایت عمدگی اور خوش اسلوبی کے ساتھ انجام پائے۔

روایت کے مطابق جلسہ سالانہ کے انتظامات کا باقاعدہ افتتاح ۲۳۔ جولائی کو عمل میں آیا۔ جب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جلسہ سالانہ کے انتظامات کے معائنہ کے لئے اسلام آباد تشریف لے گئے۔ اس موقعہ پر مکرم آفتاب احمد خان صاحب امیر یو۔کے مکرم افسر صاحب جلسہ سالانہ اور ان کے نائبین نے حضور انور کی خدمت میں مختلف انتظامات کی تفصیلات پیش کیں۔ حضور انور نے انتظامات کے معائنہ کے دوران موقعہ پر جائزہ لے کر ضروری ہدایات سے نوازا۔ بعد ازاں حضور انور اس جگہ تشریف لائے جہاں تمام کارکنان اپنے اپنے شعبہ کے ناظم کے پیچھے باقاعدہ طور پر لائنوں میں ایستادہ تھے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جملہ ناظمین کو شرف مصافحہ سے نوازا۔ پھر چند منٹوں کے لئے خواتین کی ملحقہ مارکی میں تشریف لے گئے جہاں زنانہ جلسہ گاہ کی ناظمہ اعلیٰ و دیگر عہدیدار خواتین و کارکنات حاضر تھیں۔

قریباً چھ بجے تلاوت قرآن کریم سے کارروائی کا آغاز ہوا جو مکرم منیر الدین صاحب شمس نے کی۔ تلاوت و ترجمہ کے بعد حضرت ...... خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے کارکنان جلسہ سے انگریزی میں خطاب فرمایا۔ تشہد تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جس نے ہماری رہنمائی فرمائی اور ہمیں اس بات کی ہمت اور طاقت اور صلاحیت عطا فرمائی کہ جو ذمہ داریاں خود اس نے ہم پر ڈالی ہیں ہم انہیں بہترین انداز میں اور خالصتاً اس کی رضا کی خاطر ادا کرنے کی توفیق پا رہے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ جماعت احمدیہ کے نظام اور تمام ذمہ داریوں کا انتہائی مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے۔ اگرچہ روزمرہ کے کاموں میں بہتری اور ترقی بھی اہم بات ہے لیکن ہمیں اپنے تمام کاموں میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو ہمیشہ مقدم رکھنا ہوگا۔ رضائے باری تعالیٰ کا حصول انتہائی اہم بات ہے اگر آپ اسے فراموش کر دیں گے تو آپ کے کاموں سے سب برکتیں اٹھ جائیں گی۔ حضور نے فرمایا۔ کہ ہماری جماعت کوئی دنیوی جماعت نہیں۔ یہ جماعت خدا تعالیٰ کے لئے اور اس کی مخلوق کی خدمت کے لئے وقف ہے۔ یہ ذمہ داریاں کوئی بوجھ نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ ذمہ داریاں ہمارے لئے سعادت اور خوشی کا موجب ہیں اور ان کا مقصد بھی خدا تعالیٰ کی رضا جوئی ہے۔ اگر آپ اپنے کاموں میں خدا تعالیٰ کی رضا کو پیش نظر رکھیں تو آپ دیکھیں گے کہ اس کے نتیجہ میں آپ کی تمام مشکلات دور ہو گئی ہیں اور کاموں میں سہولت اور آسانی پیدا ہو گئی ہے اور یوں لگتا ہے کہ انسان تیز ہوا کے رُخ پر چل رہا ہے اس کے نتیجہ میں ہر قدم ہلکا ہو جاتا ہے۔ (آپ) نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی خاطر اور اس کی رضا کے حصول کی نیت سے کام کرنا ایسی بات ہے جس کے بارہ میں میں بار بار آپ کو یاد دہانی کراتا رہوں گا کیونکہ یہ اَمر بہت ہی اہمیت کا حامل ہے۔ (آپ) نے فرمایا کہ رضائے الٰہی کی خاطر کام کرنے کے نتیجہ میں آپ کے کردار کی تعمیر ہوگی۔ اور اپنے ساتھی کارکنوں سے آپ کے

تعلقات بہتر ہوتے چلے جائیں گے۔ حضور نے نصیحت فرمائی کہ جب بھی اپنے کسی ساتھی سے کسی قسم کے اختلاف یا تنازع کی صورت پیدا ہو تو اس پر کوئی ردعمل ظاہر کرنے سے پہلے ہمیشہ یہ سوچا کریں کہ کیا آپ کا وہ ردعمل خدا تعالیٰ کو پسند آئے گا؟ یہ سوچا کریں کہ مثلاً اگر اس موقعہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہوتے تو آپ ان حالات میں کیا ردعمل دکھاتے اور یاد رکھیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے جو کچھ سیکھا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا ہے۔ پس آپ کو اپنے اعمال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے مطابق ڈھالنے چاہئیں اور اگر آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا علم نہیں تو اس کا علم حاصل کریں۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس موقعہ پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے دو واقعات نہایت ہی مؤثر انداز میں بیان فرمائے جب کہ ایک موقعہ پر ایک صحابی کا پاؤں غلطی سے غیر ارادی طور پر آپؐ کے پائے مبارک پر پڑا اور قریب تھا کہ اس کے پاؤں سے آپؐ کا پاؤں کچلا جائے آپ نے بے اختیار اسے دھکا دے کر پرے ہٹایا۔ آپؐ کو اس طبعی بے ساختہ ردعمل کا بھی شدید دکھ تھا۔ چنانچہ اگلے روز جب وہ صحابی اپنی غلطی پر پشیمانی کے جذبات کے ساتھ معافی طلب کرنے کے لئے حاضر ہوئے تو قبل اس کے کہ وہ معافی طلب کرتے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے معذرت کی اور جو دھکا آپؐ نے اس صحابی کو دیا تھا اس پر معافی چاہی۔ اسی طرح ایک غزوہ میں صفیں درست کرواتے ہوئے آپؐ کے نیزے کی انی ایک صحابی کو معمولی سی چبھ گئی تو آپؐ نے اس پر بھی اس صحابی کو بدلہ لینے کی اجازت دی۔ حضور نے ان واقعات پر نہایت دلکش انداز میں تفصیل سے روشنی ڈالی۔ اسی طرح مہمانوں کی ضیافت کے تعلق میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی پاکیزہ سیرت کے بعض واقعات بیان فرمائے اور بتایا کہ آپ مہمانوں کے آرام اور ان کی خدمت کا کس قدر خیال رکھا کرتے تھے۔ حضور نے فرمایا کہ ان واقعات سے آپ کو رہنمائی حاصل کرنی چاہیئے۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر آپ کو کسی سے غیر ارادی طور پر تکلیف پہنچے یا آپ سے کسی کو کوئی گزند پہنچے تو آپ کا کیا ردعمل ہونا چاہیئے۔ اور اسی طرح جب مسیح موعود علیہ السلام کے مہمان آپ کے پاس آئیں تو آپ کا ان سے کس قسم کا سلوک ہونا چاہیئے؟

حضور انور نے اس بات پر خوشی اور اطمینان کا اظہار فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے گذشتہ ۱۰، ۱۱ سال کے عرصہ میں یہاں نئی نسل پرانے بزرگوں کی روایات کو اپناتے ہوئے خدمت کے مختلف میدانوں میں ابھر کر سامنے آئی ہے۔ حضور نے نصیحت فرمائی کہ اب یہ اعلیٰ روایات آپ نے نئے آنے والوں کو منتقل کرنی ہیں۔ جو خدا کے فضل سے بڑی تعداد میں فوج در فوج احمدیت میں داخل ہو رہے ہیں۔ ایک سال کے عرصہ میں صرف جرمنی میں چھ ہزار سے زائد یورپین احمدی ہوئے ہیں۔ اور مزید ہو رہے ہیں۔ انہیں

بھی کاموں کی اسی طرح تربیت دینی ہے جس طرح آپ نے تربیت حاصل کی ہے اور اعلیٰ (دینی) روایات انہیں جاری کرنی ہیں۔ اس پہلو سے آپ کو اس جلسہ کو انقلابی جلسہ بنانا ہے۔

(آپ) نے فرمایا کہ میں نے دیکھا ہے کہ بعض لوگ اپنے ماتحت کارکنوں کے ساتھ بہت اچھے ہوتے ہیں اور اپنے افسران بالا کے ساتھ ان کا سلوک اچھا نہیں ہوتا۔ بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ افسران بالا کے ساتھ تو بہت اچھے طریق سے پیش آتے ہیں۔ ان کے بہت مطیع اور فرمانبردار ہوتے ہیں۔ لیکن اپنے ماتحتوں سے ان کا سلوک اچھا نہیں ہوتا۔ (آپ) نے فرمایا یہ شیطانی رویہ ہے اور (دین حق) میں شیطانی اور منافقانہ رویہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ (آپ) نے فرمایا کہ وقت آگیا ہے جب یورپین اس کثرت سے احمدیت میں داخل ہونے والے ہیں کہ اگلے دو تین سال میں آپ (پاکستانی یورپین) ان کی نسبت تعداد میں تھوڑے ہونگے اور یورپین احمدیوں کی تعداد آپ سے کہیں بڑھ جائے گی۔ اس لئے اگر آپ نے ان کی صحیح تربیت اس طرح نہ کی جس طرح آپ کے بزرگوں نے آپ کی تربیت کی تھی تو ان کی غلطیوں کی ذمہ داری آپ پر عائد ہوگی۔ (آپ) نے فرمایا یہ تنبیہہ اس لئے نہیں کر رہا کہ آپ میں ان کی تربیت کی صلاحیت موجود نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ خدا کے فضل کے ساتھ آپ سب کارکنان اس بات کی صلاحیت اور استعداد رکھتے ہیں کہ بڑی تعداد میں آنے والوں کو بہترین رنگ میں تربیت دیں۔ یہ تنبیہہ ایک اصولی تنبیہہ ہے۔

چنانچہ حضور انور نے نصیحت فرمائی کہ ایک خصوصی نظامت قائم کی جائے جو یورپین نو احمدیوں سے جو فارغ ہوں ان سے رابطہ کرے اور اگر وہ خوشی سے خدمت پر آمادہ ہوں تو پھر اس ملک کے امیر سے رابطہ کر کے ان کی اجازت سے ایک نظام کے تحت انہیں مختلف خدمات سپرد کی جائیں۔ انفرادی طور پر بھی اگر آپ کو ایسے کوئی دوست نظر آئیں جو خدمت پر آمادہ ہوں تو انہیں از خود براہ راست خدمت پر نہ لگائیں بلکہ متعلقہ انچارج کو مطلع کریں اور نظام کے تابع ان سے کام لیں۔ نظام کو قربان کر کے نہیں۔

حضور انور نے روزمرہ کی چھوٹی چھوٹی بیماریوں و تکالیف کے لئے ہومیو پیتھک ادویہ تیار کر کے طریق استعمال سے متعلق ہدایات کے ساتھ مختلف شعبہ جات میں تقسیم کرنے کے بارہ میں بھی ہدایت فرمائی۔ دعا کے ساتھ یہ تقریب اختتام کو پہنچی۔ دعا کے بعد روایت کے مطابق جملہ ناظمین جلسہ سالانہ حضور انور کے ساتھ چائے کی تقریب میں شامل ہوئے۔

افتتاحی اجلاس

۲۹ جولائی کو قریباً ۳۰-۴ بجے پرچم کشائی کی تقریب ہوئی۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے لوائے احمدیت لہرایا اور مکرم آفتاب احمد خان صاحب امیر یو۔کے نے قومی پرچم لہرایا۔ پھر (آپ) نے دعا کروائی۔ بعد ازاں جلسہ گاہ مردانہ میں تشریف لے گئے۔ جہاں جلسہ کے افتتاحی اجلاس کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مکرم حلمی الشافعی صاحب نے کی اور مکرم عطاء المجیب صاحب راشد نے ان آیات کا اردو ترجمہ پیش کیا اور مکرم محمد الیاس صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منظوم کلام سے بعض اشعار ترنم سے پڑھ کر سنائے۔ قریباً چار بج کر ۵۸ منٹ پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے افتتاحی خطاب کا آغاز فرمایا۔

حضور انور نے احباب کو یہ خوشخبری سنائی کہ آج M.T.A کا سورج بلا استثناء تمام دنیا پر طلوع ہو چکا ہے۔ آج اس لمحہ یہ تصویریں جو یہاں بن رہی ہیں وہ دنیا کے کناروں تک دیکھی جا رہی ہیں اور جو آوازیں یہاں بلند ہو رہی ہیں وہ دنیا کے کناروں تک سنائی دے رہی ہیں۔

(آپ) نے فرمایا کہ (دین حق) کا وہ حسین چہرہ جو اصلی اور حقیقی ہے جو مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ دوبارہ ہم سب پر روشن ہوا اور ازمنہ وسطیٰ کے اندھیروں سے نکال کر ہمیں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اولین نور کی طرف واپس لے گیا۔ وہی چہرہ ہے جو تمام دنیا کے دل جیتنے والا، ان کی روحیں جیتنے والا اور ان کے دماغ جیتنے والا ہے۔ اور وہ سارے چہرے جو اس کے مقابل پر (دین حق) کو داغدار پیش کر رہے ہیں ان کے مقدر میں فنا ہونا ہے۔ وہ چہرے بناوٹی چہرے ہیں اور جیسا کہ حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مطلع فرمایا۔ خدا شیطان کو یہ اجازت نہیں دے گا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا فرضی چہرہ بنائے۔ پس آسمان پر یہ تقدیر طے شدہ ہے اور کوئی اس کو بدل نہیں سکتا کہ محمد رسول اللہ کا وہی چہرہ دنیا پر روشن ہوگا۔ جو آپ ﷺ کا حقیقی اور اصلی چہرہ ہے اور آج خدام احمدیت کو یہ توفیق مل رہی ہے اور انشاءاللہ ہمیشہ ملتی چلی جائے گی کہ اس نور کو جو اللہ کا نور تھا اس کی اصلی صورت میں ساری دنیا کے سامنے پیش کریں۔

(آپ) نے بتایا کہ آج جمعہ کے دوران آسٹریلیا سے ایک غیر مسلم آسٹریلوی کا فون سعید جسوال صاحب کو آیا کہ میں حیرت زدہ ہوں کہ (دین حق) اتنا خوبصورت مذہب ہے۔ آج جو (دین) میرے سامنے ہے میں ایک لحظہ کے لئے بھی اس پروگرام کو چھوڑ نہیں سکتا۔ مجھے بتائیں یہ کون ہیں جو (دین) کو اس خوبصورتی سے دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ پس ایک وہ چہرہ ہے (دین) کا جو ہم اپنی قربانیوں سے از سر نو دنیا کے سامنے

اپنی قربانیوں کے نئے رنگ بھر کر پیش کر رہے ہیں اور ایک وہ چہرہ ہے جو (دین حق) کو ظالم اور سفاک اور تنگ نظر مذہب کے طور پر دنیا کے سامنے دکھا رہا ہے۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے فتح حقیقی (دین حق) ہی کی ہوگی۔ ان فرضی چہروں نے بہر حال مٹنا ہے اور تاریخ کے انبار تلے دب جانا ان کے مقدر میں لکھا جا چکا ہے۔

پاکستان میں توہین رسالت کی سزا کے متعلق جو قوانین بنائے گئے ہیں ان پر حضور انور ایدہ اللہ نے ۲۲ جولائی اور ۲۹ جولائی کے خطبات جمعہ میں تفصیل سے قرآن و حدیث کی روشنی میں تبصرہ فرمایا تھا۔ اسی مضمون کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بہت سے ظالموں نے قرآن کریم کی حقیقی تعلیم سے منہ پھیر کر از منہ وسطیٰ کے بعض فقہاء اور بعض حدیثیں جمع کرنے والوں کی ایسی حدیثوں پر بنا کرتے ہوئے جن کی کوئی اصل نہیں ہے اور جو قرآن کریم کے مضمون سے واضح طور پر ٹکرانے والی ہیں۔ ایسے مفتی پیدا ہوئے۔ جن مفتیوں نے اپنی عقل و فہم کے مطابق بظاہر (دین) کی خدمت کی مگر ایسا بھیانک تصور (دین) کا پیش کیا کہ اس تصور کی رو سے (دین) دنیا پر فتح یاب نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تصویر انسانی فطرت کے خلاف ہے اور قرآن کا دعویٰ ہے کہ قرآنی تعلیمات فطرت کے مطابق ہیں۔ فطرت پر انسان کو پیدا کیا گیا ہے اور فطرت ہی کی تعلیم ہے جو (دین حق) نے دی ہے۔ پس ہر وہ تعلیم جس سے فطرت مناسبت نہیں رکھتی، ہر وہ تعلیم جو انسان کی سچی فطرت کے معاند اور مخالف ہے وہ کسی صورت میں بھی (دین) کی سچی تعلیم نہیں کہلا سکتی۔ یہ ایک ایسا دائمی، بنیادی، قطعی اصول ہے جس میں آپ کبھی کوئی تبدیلی نہیں دیکھیں گے۔

(آپ) نے فرمایا کہ (دین) کی جو تصویر ان لوگوں نے پیش کی ہے وہ نہ صرف یہ کہ بھیانک ہے بلکہ ان کا عمل اس تصویر کو خود جھٹلا رہا ہے۔ حضور انور نے اس سے قبل خطبہ جمعہ میں قرآنی آیات اور سنّتِ نبویؐ کی روشنی میں بتایا تھا کہ (دین) کے نام پر جبر اور زبردستی اور کسی گستاخی کی خواہ وہ کیسی ہی کیوں نہ ہو انسانی سزا کا کوئی تصور پیش نہیں کیا گیا۔ لیکن ان مفتیوں نے اور آج بھی جو آج کے مفتیوں کی لگامیں تھامے ہوئے ہیں انہوں نے کھلم کھلا یہ فتوے دئے ہیں کہ کفر کی سزا قتل ہے اس کے سوا اور کوئی سزا نہیں ہے۔ اور جہاں جہاں گستاخی کے حوالے سے قتل کے فتوے دئے ہیں وہاں یہ استنباط قائم کیا ہے کہ چونکہ گستاخی رسول کرنے والا کافر ہو جاتا ہے اور کفر کی سزا قتل کے سوا اور کچھ نہیں۔ اس لئے لازماً ایسے شخص کو قتل کیا جائے گا۔

(آپ) نے فرمایا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا (دین حق) کوئی علاقائی مذہب ہے یا جغرافیائی یا قومیائی مذہب ہے؟ یا بین الاقوامی اور کل عالم کا مذہب ہے؟ اگر کل عالم کا مذہب ہے تو اس کا فتویٰ یکساں ہر ملک میں برابر صادق آنا چاہیئے اور برابر چلنا چاہیئے۔ وہ مسلمان جو غیر مسلم حکومتوں میں بستے ہیں ان کا

کوئی حق نہیں کہ (دین) کی ایک تعلیم کو سچا سمجھتے ہوئے اپنی جان بچانے کی خاطر اس تعلیم سے وہاں روگردانی کریں۔ جہاں ان کو طاقت نہیں ہے کہ وہ اس تعلیم پر عمل کر سکیں۔

(آپ) نے فرمایا کہ ہتک رسول کی سزا موت قرار دینے سے متعلق بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ تعلیم خاص آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کی حفاظت کے لئے جاری کی گئی ہے اور کوئی دوسرا نبی اس میں شریک نہیں ہے حالانکہ قرآن کریم اس مضمون کو بالکل جھٹلاتا ہے۔ بار بار سب نبیوں کے حوالے سے ہتک اور گستاخی کے نمونے پیش کرتا ہے اور آنحضرتؐ سے بھی یہی سلوک دکھلاتا ہے اور یہ تعلیم دیتا ہے کہ صبر کر اور ان لوگوں سے اعراض کر اور اللہ ان سے نپٹنے والا ہے۔ پس جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ گستاخی رسولؐ کی سزا قرآن کریم نے اور صرف قرآن کریم نے دوسرے مذاہب کے برعکس یہ تجویز کی ہے کہ ایسے شخص کو مہلت بھی نہ دی جائے۔ اس کی توبہ بھی قبول نہ کی جائے۔ اس کا خون تم پر مباح ہوگا۔ ہر مسلمان کو چاہیئے کہ اس پر چڑھ دوڑے اور اسے قتل کر دے۔

(آپ) نے فرمایا کہ اگر یہ تعلیم تمام دنیا سے تعلق رکھتی ہے تو ہر ملک میں تمہارا بھی فرض ہے کہ اس تعلیم کی حفاظت میں اپنی جانیں قربان کر دو اور ہر دشمن پر چڑھ دوڑو اور کفر کے نام پر قتل کا بازار گرم کر دو مگر تم جانتے ہو اور خوب جانتے ہو کہ اگر ایسی گستاخی کرو گے .... اور اپنی تعلیمات اس پاک مذہب کی طرف منسوب کرو گے تو تمہارے خون کا بازار گرم ہوگا۔ تم صفحۂ ہستی سے نابود کر دئے جاؤ گے۔ تمہیں طاقت نہیں ہے کہ تم اس بات پر عمل کر کے دکھلاؤ جس بات کا تم دعویٰ کرتے ہو۔

(آپ) نے فرمایا کہ پھر گستاخی کا کیا مطلب ہے؟ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹا یقین کرنا گستاخی ہے، کہ نہیں؟ کیا یہودی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا مانتے ہیں؟ ان کا مذہب ان کو مجبور کرتا ہے یہ کہنے پر کہ آنحضرتؐ مفتری ہیں (نعوذ باللہ)۔ جیسا کہ قرآن بتاتا ہے کہ اس زمانہ میں یہود کا بھی یہی دعویٰ تھا اور یہی مسلک تھا۔ کیا عیسائی حضرت اقدس محمد رسول اللہ کو سچا جانتے ہیں؟ اگر نہیں اور تم جانتے ہو کہ نہیں تو کیا یہ گستاخی رسول نہیں۔ کہ عیسائی آنحضورؐ کو مفتری قرار دیتے ہیں۔ کیا ہندو آپؐ کو سچا جانتے ہیں؟ کیا دنیا کے دیگر مذاہب والے آپؐ کو سچا جانتے ہیں؟ اگر وہ سچا جانتے تو آپؐ کی صداقت کا اقرار کرتے۔ پس ان لوگوں کے متعلق آپ کا کیا فتویٰ ہے؟

توہین رسالت کی سزا کے قائل مولوی قرآن کریم کی جن آیات سے اپنے مؤقف کے حق میں استنباط کرتے ہیں، (آپ) نے وہ آیات کریمہ پیش کر کے بتایا کہ ان آیات سے ہرگز وہ استدلال نہیں ہوتا جو یہ لوگ کرتے ہیں اور قرآن کریم کی دیگر متعدد آیات ان کے اس استنباط کو بڑی قوت سے رد کرتی

ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کا ایسے خیالات کا قرآنی آیات کی طرف منسوب کرنا ہی قرآن کی گستاخی ہے۔ (حضرت صاحب) نے بتایا کہ جہاں تک تاریخ کا تعلق ہے دو ایسے واقعات ہیں جنہیں یہ علماء اپنے حق میں پیش کرتے ہیں۔ ایک کعب بن اشرف اور دوسرا ابو رافع دو یہودیوں کے قتل کے واقعات، مستشرقین نے بھی ان واقعات کو بہت اچھالا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بدنما دھبہ کے طور پر ظاہر کرکے اعتراض کئے ہیں۔ (حضرت صاحب) نے ان دونوں واقعات کا پس منظر واضح فرمایا۔ اور تفصیلی تجزیہ کرتے ہوئے بتایا کہ ان واقعات سے ہرگز آنحضرتؐ کی سیرت طیبہ پر کوئی داغ نہیں لگتا۔ اور ان سے گستاخ رسول کو سزا کے طور پر قتل کرنے کا استنباط کرنا بھی سراسر ظلم ہے۔ (آپ) نے بتایا کہ جیسا کہ تاریخ سے ثابت ہے اور قرآن کریم نے بھی بعض واقعات کا ذکر فرمایا ہے مدینہ کی گلیوں میں آپؐ کی اور ازواج مطہرات کی گستاخی کی جاتی تھی مگر اس کے مقابل پر جوابی حملہ کے طور پر مسلمانوں کو ہرگز ایسے لوگوں کے قتل کی اجازت نہیں دی گئی۔ پس سنت رسولؐ کو سنت رسولؐ کے خلاف کیسے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ یہ ناممکن ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار میں تضاد ہو۔ نہ آپؐ کے کلام میں کوئی اختلاف ہے نہ آپؐ کی سنت میں کوئی اختلاف ہے اور نہ آپؐ کا قرآن کریم کی تعلیم سے کوئی اختلاف ہے اور ہر وہ تاریخی واقعہ جس سے یہ استنباط کیا جائے کہ نعوذ باللہ آنحضرتؐ ایسے ہی حالات میں ایک جگہ اور حکم جاری فرما رہے تھے اور دوسری جگہ اور حکم جاری فرما رہے تھے بالکل غلط اور جھوٹا الزام ہے۔ آنحضورؐ کا کردار وہی پاک یکساں کردار ہے جس کا ظاہر و باطن ایک تھا۔ ظاہر بھی نور تھا اور باطن بھی نور تھا۔ آپؐ کے کردار میں آپ کو کوئی تضاد دکھائی نہیں دے گا۔

از منہ وسطیٰ کے جن علماء کی بیان کردہ روایتوں اور فتاویٰ پر بنیاد رکھتے ہوئے توہین رسالت کی سزا موت تجویز کی جاتی ہے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس کا بھی تجزیہ کیا اور بتایا کہ ان فتاویٰ کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ اسی طرح گورنر پنجاب، الطاف حسین کی ایک کتاب میں مندرج بعض روایات کی حقیقت سے بھی پردہ اٹھایا اور بتایا کہ محققین کے نزدیک ان کے راوی ضعیف، ناقابل اعتماد اور جھوٹے تھے۔ (آپ) نے بتایا کہ ان لوگوں نے بعض نہایت خبیثانہ روایات کو رسول اللہؐ کی طرف منسوب کرکے اپنی کتب میں جگہ دی ہے۔

(جاری - اگلے شمارہ میں)

سیرت حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ

ایمان افروز اور رُوح پرور۔ روایات

مرتبہ: محترم سمیع اللہ صاحب زاہد

نوٹ:۔ رفقاء بانی سلسلہ احمدیہ کی ایمان افروز اور روح پرور۔ چشم دید روایات۔ جن سے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی سیرت طیبہ پر روشنی پڑتی ہے۔ ہدیہ قارئین کی جا رہی ہیں۔ (ایڈیٹر)

خدّام سے محبت و شفقت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے خدام سے بے حد محبت و شفقت کا سلوک فرماتے۔ ان کی ادنیٰ ادنیٰ ضروریات اور آرام کا بھی خیال رکھتے اور ان کی تکلیف اور دُکھ پر بے چینی کا اظہار فرماتے۔ اسی ضمن میں چند روایات درج ذیل ہیں۔

○

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ..... فرماتے ہیں۔

"ایک دفعہ گرمی کا موسم تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اہل خانہ لدھیانہ گئے ہوئے تھے۔ میں حضور کو ملنے اندرون خانہ گیا۔ کمرہ نیا نیا بنا تھا اور ٹھنڈا تھا۔ میں ایک چارپائی پر ذرا لیٹ گیا اور مجھے نیند آ گئی۔ حضور اس وقت کچھ تصنیف فرماتے ہوئے ٹہل رہے تھے۔ جب میں چونک کر جاگا تو دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میری چارپائی کے نیچے زمین پر لیٹے ہوئے تھے۔ میں گھبرا کر ادب سے کھڑا ہو گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بڑی محبت سے پوچھا مولوی صاحب! آپ کیوں اُٹھ بیٹھے؟ میں نے عرض کیا حضور نیچے لیٹے ہوئے ہیں۔ میں اوپر کیسے سو سکتا ہوں۔ مسکرا کر فرمایا آپ بے تکلفی سے لیٹے رہیں میں تو آپ کا پہرہ دے رہا تھا۔ بچے شور کرتے تھے۔ میں ان کو روکتا تھا تاکہ آپ کی نیند میں کوئی خلل نہ آئے۔ اللہ اللہ شفقت کا کیا عالم تھا۔" (سیرت حضرت مسیح موعودؑ مؤلفہ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ)

○

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک مقدمہ کی پیروی کے لئے جہلم تشریف لے گئے۔ راستہ میں گجرات کے

سٹیشن پر چوہدری نواب خان صاحب تحصیلدار نے کھانا پیش کیا۔ چونکہ اس قدر وقت نہ تھا کہ حضرت اقدس اور آپ کے خدام وہاں ٹھہر کر کھانا کھا سکتے۔ اس لئے چوہدری صاحب نے کھانا اور برتن ساتھ ہی دے دیئے۔ احباب نے ریل میں کھالیا۔ چوہدری صاحب ایک خاص قسم کی فیرنی حضرت اقدس کے لئے تیار کر کے لائے تھے اور وہ پیالہ بھی الگ رکھا ہؤا تھا۔ جب سب کھا چکے تو حضرت نے مفتی فضل الرحمان صاحب سے دریافت فرمایا۔ کہ میاں کھانا تقسیم ہوگیا۔ اور سب نے کھالیا۔ انہوں نے عرض کیا ہاں حضور تقسیم ہوگیا۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا کیا تم نے بھی کھالیا۔ مفتی صاحب نے جواب دیا کہ حضور اب کھاؤں گا۔ آپ نے وہ فیرنی کا پیالہ ان کے حوالہ کیا اور کہا کہ "آپ یہ کھائیں"

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد سوم
ص ۳۳۵-۳۳۶ مرتبہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی)

صاحبزادہ پیر سراج الحق نعمانی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بہت پرانے اور مخلص خدام میں سے تھے اور ان کے والد صاحب مشہور گدی نشین تھے بیان فرماتے ہیں۔

"ایک دفعہ ایسا اتفاق ہؤا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شیخ حامد علی مرحوم کو جو دن رات آپ کی خدمت میں رہتے تھے۔۔۔۔۔ امرتسر کسی کام کے لئے روانہ فرمایا۔۔۔۔۔ میں نے عرض کیا کہ حضور شیخ حامد علی تو امرتسر چلے گئے رات کو آپ کو تکلیف ہوگی۔ میرا جی چاہتا ہے کہ رات کو بھی آپ کی خدمت مبارک میں رہوں اور جو کام آپ کے ہوں وہ بخوشی دل سے کروں۔ مدتوں میں آج تمنا پوری ہوئی۔ فرمایا بہت اچھا۔ پھر میں بعد نماز عشاء اس کا تہیہ کر کے (البیت) مبارک کی چھت پر پہنچا۔ تو فرمایا صاحبزادہ صاحب آگئے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت۔۔۔۔۔ آگیا۔ آپ ٹہلتے رہے اور کچھ دعائیں وغیرہ پڑھتے رہے پھر آپ نے کلام مجید یعنی حمائل ہاتھ میں لی اور مغربی کنارہ پر لالٹین رکھ کر پڑھتے رہے۔ درمیانی اور باریک آواز سے۔ میں بیٹھا رہا کہ جب کوئی کام حضرت اقدس۔۔۔۔۔ فرمائیں گے میں کروں گا۔ خواہ تمام رات جاگنا پڑے لیکن آپ نے مجھے کوئی کام نہ فرمایا۔ آپ نے اپنا کرتا اتارا اور تہ بند باندھا۔ گرمیوں کے دن تھے۔ فرش۔۔۔۔ (بیت الذکر) پر لیٹ گئے۔ اس پر بوریا چٹائی کیا جائے نماز کچھ نہیں تھی اور سیدھے لیٹ گئے۔۔۔۔۔۔۔ اور فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں بغیر چارپائی کے نیند نہیں آتی اور کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ ہمیں تو خوب خدا کے فضل سے زمین پر نیند آتی ہے اور ہاضمہ میں بھی کوئی فتور نہیں ہوتا۔ میں آپ کے پیر دبانے لگا۔ آپ نے فرمایا! صاحبزادہ صاحب رات بہت چلی گئی سو جاؤ تمہیں بہت تکلیف ہوئی۔ ہمارے کام تو چلے ہی جاتے ہیں اور ہمیں کام ہی کیا ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ

حضرت مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے۔ بہت بہت سفر کئے، پہاڑی ملک میں جانا پڑا۔ بدن سدھا ہوا ہے۔ پھر فرمایا! تم تو پیر ہو۔ پیروں کو تو عادت ہوتی ہے کہ بغیر چارپائی اور عمدہ بستر کے نیند نہیں آتی۔ میں نیچے سے تمہارے واسطے چارپائی اور بستر گدگدا اچھا سا لاتا ہوں۔ میں یہ سُن کر خوفزدہ ہوگیا اور کانپنے لگا۔ کہ ایسا نہ ہو کہ آپ یہ تکلیف گوارا کریں۔ میں نے عرض کیا کہ حضور مجھے زمین پر سونے کی واقعی عادت ہے۔ کیونکہ چھ چھ ماہ اور سال سال بھر کی چلہ کشیاں کی ہیں۔ چارپائی کا نشان بھی نہیں ہوتا تھا اور قادیان میں تو عموماً چارپائی پر کم لیٹنا پڑتا ہے۔ اور حضور ایک تھوڑی سی بات کے واسطے تین منزلہ سے نیچے جائیں اور بوجھ لادیں، مجھے یہ منظور نہیں۔ اور نیز میرے والد صاحب شاہ حبیب الرحمان صاحب مرحوم جو حضور کے دعویٰ سے پہلے گذر گئے انہوں نے بھی یہ عادت ڈال دی ہے۔ اکثر زمین پر سلاتے اور سردیوں میں (حالانکہ سب کچھ تھا) گرم کپڑے نہ بنا کر دیتے۔ اگر کوئی کہتا تو فرماتے کہ فقیری اور آرام طلبی جمع نہیں ہو سکتیں۔ حضرت اقدس اس بات کو سُن کر خوش ہوگئے فرمایا۔ یہ تمہارے والد صاحب کا ایسا کرنا اب کام آگیا۔ اور ایسا ہی چاہیئے اور احباب کو بھی کرنا چاہیئے کہ آرام طلبی نہ ہو۔ فرمایا! ہمارا جی چاہتا ہے کہ ہمارے دوست و احباب ایسے بن جاویں۔ کہ گویا فرشتے ہیں اور ابھی آسمان سے اترے ہیں۔ یہ دنیا میں ہوں مگر نہ ہوں۔ پھر آپ سو گئے۔ آپ کا سونا اس طریق سے تھا کہ دو تین منٹ کبھی چار پانچ منٹ آپ سوتے تھے اور سبحان اللہ سبحان اللہ کہہ کر پھر سو جاتے تھے اور آپ کے دائیں ہاتھ کی انگشتِ شہادت ہلتی رہتی تھی۔ جیسے بچے انگلیوں کو حرکت دیا کرتے ہیں۔ پھر آپ جاگ گئے اور فرمایا سو جاؤ۔ پھر میں بحکم الامر فوق الادب آپ کے پیروں کی طرف لیٹ گیا اور مصلیٰ جو میں ساتھ لایا تھا وہ سرہانے سر کے نیچے رکھ لیا۔ پچھلی رات کو حضرت اقدس ...... جاگے اور مجھے خبر نہیں تھی۔ آپ قرآن شریف پڑھ رہے تھے۔ آہستہ آہستہ باریک آواز سے کہ یہ (یعنی عاجز راقم الحروف) جاگ نہ اُٹھے۔ آخر حسبِ معمول میری آنکھ کھُل گئی اور آپ کا قرآن شریف پڑھنا اور آہستہ آہستہ پڑھنا اور ٹہلنا دیکھا۔ فرمایا صاحبزادہ صاحب جاگ اٹھے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت...... جاگ اٹھا۔ فرمایا صاحبزادہ صاحب وضوء کے لئے پانی لاؤں۔ میں نے عرض کیا حضرت ...۔ میں تو اس لئے حاضر ہوا تھا کہ میں خدمت کروں۔ آپ میری خدمت کے لئے تیار ہوگئے۔ فرمایا! کیا مضائقہ ہے۔ پس میں جلدی سے ...... (بیت المبارک) سے نیچے اُتر گیا۔ اور ڈھاب میں وضوء کیا اور جلد آگیا اور آپ بھی نوافل پڑھتے رہے اور میں بھی نوافل میں مصروف ہوگیا۔"

(الحکم خاص نمبر بابت ۲۱ تا ۲۴ مئی ۱۹۳۴ء صفحہ ۵)

○

حضرت مفتی فضل الرحمان صاحب فرماتے ہیں کہ

"میں گورداسپور سے ایک خط لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ گرمی کا موسم تھا اور میں سخت دھوپ میں آیا۔ رات کو بھی سو نہ سکا تھا۔ حضرت مسیح موعود نیچے کمرے میں تشریف فرما تھے۔ میں جب پہنچا تو آپ خط لے کر میرے لئے شربت لینے تشریف لے گئے۔ گرمی اور کوفت کی وجہ سے میں اونگھ گیا اور وہیں لیٹ گیا تھوڑی دیر بعد کیا دیکھتا ہوں حضرت کے ہاتھ میں پنکھا ہے۔ میں اُٹھ بیٹھا اور بہت ہی شرمندہ ہوا۔ فرمایا تھکے ہوئے تھے۔ سو جاؤ۔ اچھا ہے۔ میں نے عذر کیا۔ پھر آپ نے وہ شربت دیا اور میں پی کر گھر چلا آیا۔"

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد سوم صـ ۳۳۸ مرتبہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی)

○

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی فرماتے ہیں۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خادموں میں ایک پیرا پہاڑیا تھا۔ جو بالکل جاہل اور اجڈ آدمی تھا..... اس سے بیوقوفی کے افعال کا سرزد ہونا ایک معمولی بات ہوتی تھی۔ مگر حضرت نے اسے کبھی جھڑکا تک نہیں بلکہ اس کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ اہل الجنۃ ہے۔

ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بیماری کا دورہ ہوا۔ باوجودیکہ گرمی کا موسم تھا۔ ہاتھ پاؤں سرد ہو گئے۔ پیرا کو بھی خبر ہوئی۔ وہ اس وقت مٹی گارا کا کوئی کام کر رہا تھا۔ پاؤں کیچڑ سے لت پت تھے۔ اسی حالت میں..... (بیت الذکر) میں چلا آیا۔ آگے دری تھی اور یہ قدرتی امر تھا کہ اس کی اس حالت سے پاس والوں کے کپڑے اور دری کا فرش خراب ہوتا۔ اس ہیئت کذائی سے وہ آگے بڑھا اور حضرت کو دبانے لگا۔ بعض نے اس کو کہا کہ تو کس طرح آگیا۔ تیرے پاؤں خراب ہیں مگر اس نے کچھ بھی نہیں سنا اور حضرت کو دبانے لگا۔ حضرت نے فرمایا۔

"اس کو کیا خبر ہے جو کرتا ہے کرنے دو کچھ حرج نہیں۔"

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد سوم صـ ۳۵۰ مرتبہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی)

قراردادِ تعزیت

بر وفات

حضرت مولانا محمد حسین صاحب۔ رفیق حضرت مسیح موعودؑ

اک زماں کے بعد نسیمِ رحمت کے جھونکے آئے اور روحانی بہار کی خوشخبری لے کر ایک پاک وجود مبعوث ہوا۔ یہ عہد خوش قسمت تھا اور اس عہدِ بہار سے براہِ راست مستفیض ہونے والے خوش قسمت وجود تھے اور یہ سعادت تو نصیبوں سے ملا کرتی ہے۔

ایسے ہی ایک خوش نصیب جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک وجود سے برکت پائی، پارس ہوئے اور ایک عالم کو برکت بانٹی، حضرت مولوی محمد حسین صاحب سبز پگڑی والے تھے۔ آپ سنہ ۱۹۰۲ء میں پہلی بار بیعت سے مشرف ہوئے اور پھر تقریباً پچاس بار دستی بیعت کی سعادت پائی۔

سنہ ۱۹۲۳ء میں آپ نے زندگی وقف کر کے حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے روحانی مجاہدین میں شمولیت اختیار کی اور ایک طویل عمر خدماتِ دینیہ بجالا کر آخری سانس تک اس عہد کو نبھاتے رہے۔ آپ برصغیر کے مختلف شہروں اور پھر قیام پاکستان کے بعد جہلم اور گجرات میں پورے اخلاص اور بے لوث جذبہ سے دعوت الی اللہ کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ شدھی کی تحریک اور کشمیر میں بھی خدمتِ دین بجالانے کی سعادت نصیب ہوئی۔

ایک طویل مدت تک آپ نے نظارت اصلاح وارشاد مقامی کے تحت کام کر کے جماعتوں کو بیدار کیا۔ آپ نہایت دلنشیں پیرائے میں مؤثر تقریر فرماتے۔ آپ ایک ایسے محبوب مقرر تھے جو سادہ بیان کے باوجود دلوں میں اُتر جاتے تھے۔ آپ غیر معمولی قوت حافظہ کے مالک تھے حتیٰ کہ بڑھاپے کے باوجود آخری ایام میں بھی حافظہ قابلِ رشک تھا۔ آپ کو یہ غیر معمولی اعزاز حاصل تھا کہ آپ نے سنہ ۱۹۸۷ء میں حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ "دختِ کرام" اور سنہ ۱۹۸۵ء میں حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی نماز جنازہ ربوہ میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ

بنصرہ العزیز کے ارشادِ مبارک پر پڑھائی۔ اسکے علاوہ ۱۹۸۳ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آپ کو آسٹریلیا جانے کی دعوت دی اور بیت الہدیٰ کے سنگِ بنیاد کی تقریب میں آپ کو بھی شریک فرمایا۔ ۱۹۸۹ء میں صد سالہ جشن تشکر کے سال حضرت سیدنا خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاص طور پر لندن آنے کی دعوت دی اور اس تاریخ ساز جلسہ سالانہ میں آپ کو سٹیج کے اوپر کرسی پر بٹھا کر حضور انور نے ارشاد فرمایا:۔

"آپ سب خوش نصیب ہیں جنہوں نے اس سے قبل کسی رفیق کو نہیں دیکھا کہ وہ آج حضرت بانی سلسلہ کے ایک رفیق کو اپنی جسمانی آنکھوں سے بھی دیکھ رہے ہیں۔" پھر فرمایا:۔

"یہ حضرت بانی سلسلہ کو دیکھنے والے تبرّکات میں سے ایک ہیں۔"

آپ کو ۱۹۹۱ء میں قادیان کے تاریخی جلسہ سالانہ میں بھی شمولیت کی سعادت نصیب ہوئی۔

آپ مجلس عاملہ انصاراللہ مرکزیہ کے ۱۹۸۶ء تا ۱۹۸۹ء رکن خصوصی رہے۔ بعد ازاں وفات تک آپ مجلس عاملہ انصاراللہ پاکستان کے رکن خصوصی تھے۔ (۱۹۹۰ء تا ۱۹۹۴ء)

اس طرح بفضل اللہ تعالیٰ ایک لمبا عرصہ خدماتِ دینیہ کی توفیق پاکر ۱۰۱ سال کی عمر میں آپ مورخہ ۱۹، جون ۱۹۹۴ء کو رات ساڑھے دس بجے اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے:۔

"ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے اس رفیق کو جنت میں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور وہ برکت جو انہوں نے پائی تمام جماعت میں نسلاً بعد نسلٍ جاری و ساری رہے۔ اور اللہ تعالیٰ مجلس انصاراللہ کے اراکین کو اُن کے نقشِ قدم پر چلائے اور اُن کے اس رنگ میں رنگین کرے جو انہوں نے اپنے پیارے آقا سے حاصل کیا۔

اس المناک وفات پر مجلس عاملہ انصاراللہ پاکستان اور تمام ممبران انصاراللہ پاکستان حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور حضرت مولوی صاحب کے اعزّاء و اقرباء سے خصوصاً اور تمام احبابِ جماعت سے عموماً گہرے غم اور دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں کہ یہ ایک جماعتی صدمہ ہے ؎

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

ہم ہیں اراکین
مجلس عاملہ انصاراللہ پاکستان

و

ممبران مجالس ہائے انصاراللہ پاکستان

مبارک وہ جو اب ایمان لایا

گرہن کے آسمانی نشان اور
قبولِ احمدیت کی داستان

محترم مولوی محمود احمد صاحب باجوہ لکھا نوالی ضلع سیالکوٹ

چند ایک دفعہ جب میں نے اپنے والد چوہدری غلام رسول صاحب باجوہ ساکن لکھانوالی ضلع سیالکوٹ سے اپنی قبولیتِ احمدیت کی داستان سنانے کو کہا تو انہوں نے یہی کہانی سنائی۔ آپ نے بتایا۔ کہ میں اپنے ننہال کے گاؤں موضع مانگا (نزد الہڑ) میں رہتا تھا۔ اور بچہ ہی تھا۔ کہ میری والدہ راجن بی بی مجھے مقامی مولوی صاحب کے پاس قرآن پڑھنے کو بھیجا کرتی تھیں اور میں اور چوہدری شکر دین دونوں اکٹھے پڑھا کرتے تھے۔ جب سادہ قرآن کریم پڑھ لیا تو مولوی صاحب نے ہمیں احوال الآخرۃ (مؤلفہ حافظ محمد لکھوکے) پڑھانی شروع کر دی میں نے اور بھائی شکر دین نے احوال الآخرت خوب رٹی۔ بلکہ احوال الآخرۃ کا بڑا حصہ زبانی یاد ہو گیا۔ خاص کر علاماتِ مہدی زبانی یاد کر لیں۔ ایک دن ماہ رمضان میں چاند گرہن لگ گیا۔ اور شکر دین اور میں اسی ماہ رمضان میں دونوں موضع الہڑ کی طرف مال مویشی چرا رہے تھے۔ کہ اچانک سورج گرہن لگ گیا۔ ہم دونوں اپنے راگ میں گیت گانے لگے۔ کہ

تیرھویں چن ستھویں سورج گرہن ہوسی اُس سالے
اندر ماہ رمضانے لکھیا اک روایت والے

ہم دونوں نے بچپن میں ہی روزے رکھے ہوئے تھے۔ مویشیوں کو ہانک کر گاؤں آ رہے تھے۔ کہ ہم دونوں کو یہ سوجھی۔ کہ حضرت امام مہدی کے نشان پورے ہو رہے ہیں۔ اور ہمارے گاؤں کا جیوا گھمن ہر روز کہتا تھا۔ کہ مہدی قادیان میں ظاہر ہو گیا ہے۔ اس لئے ہم دونوں نے ارادہ کر لیا۔ کہ چلو قادیان جا کر دیکھ آئیں۔ چنانچہ چھوٹی عید گزرنے پر ہم دونوں نے اپنے کھیس (لنگوٹے) مونڈھوں پر رکھے اور پا پیادہ قادیان کا یہ پینتالیس ۴۵ کوس کا سفر ہم نے دو دن میں طے کر لیا۔ اور حضرت مہدی علیہ السلام کے چرنوں پر پہنچ کر درشن کیا۔ آپ تقریر کر رہے تھے۔ اور اپنی ایک پیشگوئی یَاْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ وَیَاْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ کا ذکر کرتے رہے۔ اور اپنے ہاتھ کی انگلی سے اشارہ کرتے تھے۔ کہ وہ لالہ شرمپت لالہ ملاوامل اس جگہ جہاں جوتیاں اتاری جاتی ہیں۔ وہاں یہ دونوں ہندو سوٹیاں ہاتھ میں پکڑے سفید

لباس اور سفید پگڑیاں باندھے کھڑے تھے۔ اور آپ نے دو تین دفعہ فرمایا۔ کہ ان سے پوچھو کہ میں نے انہیں قبل از وقت یہ پیشگوئی نہیں سنائی تھی۔ کہ تیرے پاس دُور دراز سے خلقت آئے گی۔ اور دیکھو یہ کتنی خلقت جمع ہوگئی ہے۔ حضور تو اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا تذکرہ کر رہے تھے۔ اور میں اور شکر دین دوسری کئی علامتیں آپ میں پوری دیکھ رہے تھے۔ مثلاً حافظ لکھو کے نے لکھا ہے۔ کہ مہدی کی پیشانی چوڑی ہوگی۔ اور "بولن لگا اڑ کر بولے پٹاں تے ہتھ مارے"۔ ہم نے کافی علامتیں اور نشان جب حضور میں دیکھے۔ تو ہم دونوں کے دل پگھل گئے۔ اور ہم نے بیعت کر لی۔ پھر حضور تھوڑی دیر بعد ریتی چھلہ کی طرف سیر کو نکلے۔ ہم آپ کے پیچھے دَوڑ دَوڑ کر جا رہے تھے۔ کہ دور جا کر حضور نے ہاتھ کی سوٹی گاڑی اور ہماری طرف چہرہ مبارک پھیر کر کھڑے ہو کر کچھ تقریر کرنے لگ گئے۔ پھر مجھے یاد نہیں موضوع تقریر غالباً وہی تھا۔ میں تو اپنی حیرانی میں ہی سارا وقت گزار گیا۔ جب حضور نے ہماری طرف منہ پھیر کر دیکھا تو آپ کی نیم وا آنکھیں موٹی اور خوبصورت دیکھیں۔ گویا نیچی نگاہیں۔ پردہ کی تعلیم کی یہ شکل ہے۔ آپ آنکھیں بہت کم اٹھاتے اور یوں لگتا جیسے آنکھیں بند ہیں۔ اسی طرح میں یہ سمجھا۔ کہ آپ قرآنی تعلیم اور پردہ کے احکام میں صرف یہ شخص منفرد ہے۔ اور پھر والد صاحب کہنے لگے۔ کہ میرا گو اس وقت بچپن تھا۔ (غالباً آپ کی پیدائش ۸۲ - ۱۸۸۱ء ہوگی۔ اور یہ واقعہ قبول احمدیت ۱۸۹۴ء عید الفطر کے تیسرے دن کا ہے) مگر میں اپنے دل میں اپنے آپ کو ایک بالغ سمجھ دار نوجوان سمجھنے لگ گیا۔ اور آپ کا لٹریچر پڑھنے لگ گیا۔ اور احوال الآخرۃ کی طرح درثمین کے اشعار زبانی یاد کرنے لگا۔ والد صاحب فرمایا کرتے۔ کہ پیشہ کاشت کاری اس لحاظ سے ناقص ہے۔ کہ میں بیعت کرنے کے بعد صرف جلسہ سالانہ میں ہی جایا کرتا تھا۔ اور کبھی کبھی گھر میں جلسہ سالانہ پر جانے کی باریاں مقرر کر لیں (کبھی میرا دادا دادی اور والدہ پھوپھی وغیرہ جلسوں پر جاتے تھے) والد صاحب فرمایا کرتے تھے۔ چاند سورج کے گرہن کے بعد موضع مانگا چانگریاں میں کئی دوست احمدی ہو گئے۔ اور جماعتیں قائم ہوگئیں۔ اور فرمایا کرتے۔ کہ احمدیوں کو احمدیوں سے ملنے کا اتنا شوق تھا۔ کہ چونڈہ سے چوہدری مولا بخش صاحب اور سیالکوٹ شہر سے سید حامد شاہ صاحب جیسے بزرگ ہمیں دیہاتوں میں ملنے آتے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ ہر احمدی پر روح القدس نازل ہو رہا ہے۔

احمدی معاشرہ

محترم لیفٹیننٹ کرنل بشارت احمد صاحب - لاہور کینٹ

جماعتِ احمدیہ کے قیام کی اغراض میں ایک اہم غرض دینِ حق کو بدعات اور غیر ضروری رسومات سے نجات دلانا ہے۔ بفضلِ خدا ہمیں اس سلسلے میں نمایاں کامیابیاں حاصل بھی ہوئی ہیں۔ مرورِ زمانہ سے کہیں نہ کہیں کوئی کمی۔ کوئی کمزوری اور جھول پیدا ہو جاتی ہے۔ ہم ایک منفرد جماعت ہوتے ہوئے بھی لاشعوری طور پر ارد گرد کے چکا چوند ماحول سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ کہیں ہمارے اپنے اندر اقتصادی مدّوجزر اور معاشی ناہمواری کی وجہ سے بعض سُقم پیدا ہو جاتے ہیں۔ حضرت امام جماعت احمدیہ کی رُوحانی بصیرت ان خامیوں کا احاطہ کرتی رہتی ہے۔ اور حضرت صاحب ان وقوع پذیر لغزشوں کی اصلاح فرماتے رہتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم ایک خالص احمدی معاشرہ بہت ٹھوس بنیادوں پر استوار کریں۔

آجکل پاکستان کے اندر جہاں بے روزگاری۔ مہنگائی۔ افراتفری۔ امن وامان کی خراب صورتحال نے عوام کا جینا دوبھر کر رکھا ہے وہاں آئے دن نت نئے رسم ورواج جنم لے رہے ہیں۔ ہماری شادیاں تہوار۔ ملن پارٹیاں زیادہ سے زیادہ پُر تکلّف۔ مہنگی اور اسراف اور ضیاع کا باعث بن رہی ہیں۔ ہمارے اپنے ایمان اور عقیدہ کے مطابق جہاں ہم غیر از جماعت لوگوں کے لئے راہنمائی اور دعوت کا سبب بن رہے ہیں وہاں پہلے سے بہت زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم بغیر کسی احساسِ کمتری کا شکار ہوئے اپنے احمدی معاشرہ کو سادہ۔ ٹھوس۔ حقیقی اور آسان خطوط پر کھڑا کریں۔ تاکہ ہم دوسروں کو رُوحانی راہنمائی کے علاوہ سماجی اور معاشرتی سطح پر بھی ایک مثال اور نمونہ پیش کر سکیں جو اُن کے لئے نہ صرف کشش کا باعث ہو بلکہ اُن کے واسطے شعوری اور لاشعوری طور پر قابلِ عمل اور قابل تقلید ہو۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہم نہ صرف اس پر عمل کریں بلکہ اس کو فخر یہ طور پر اپنی ایک زینت اور سرمایہ تصوّر کریں۔

۱۔ سچ بولنا اور لین دین کے معاملات

میں تقویٰ کے اعلیٰ ترین معیار پر قائم ہونا۔ عام تصوّر یہی پایا جاتا ہے کہ جو نمازیں پڑھتا ہو۔ وہ نیک

انسان ہے ۔ اس میں شک نہیں ۔ لیکن ایک انسان کو پرکھنے کیلئے ایک اور بات جو بہت اہم ہے وہ ہے اس کا لین دین کے معاملات میں کھرا پن ۔ جو شخص جھوٹ بولتا ہے ۔ وعدہ خلافی کرتا ہے ۔ ایماندار نہیں اُس کی نمازیں کس کام کی ۔ لہٰذا ضروری ٹھہرا کہ سچ اور ایمانداری کو بہت احتیاط سے اُن کے اعلیٰ ترین مقام پر قائم کیا جائے ۔

۲ ۔ حقوقِ ہمسائیگی

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمسایہ کے حقوق کے بارہ میں بڑی ہی تاکید فرمائی ہے ۔ مَیں نام لئے بغیر دو احباب کا ذکر کروں گا ۔ جو آپس میں ہمسایہ ہیں ۔ دونوں بڑے مخلص نیک اور اچھے احمدی ہیں ۔ ایک صاحب نے اپنے ہمسایہ کے بارہ میں کچھ اس طرح کے جذبات کا اظہار کیا کہ وہ صاحب اچھے انسان ہیں ۔ مگر اچھے ہمسایہ نہیں ۔ جو شخص اپنے قریب ترین شخص کا خیال نہیں رکھتا وہ کس کام کا ہے ۔ ہمارے معاشرہ کی بنیادی اینٹ ۔ اس کا پہلا قدم ہمسایہ سے ہی شروع ہوتا ہے ۔ لہٰذا حقوقِ ہمسائیگی کا احترام ہم سب پر لازم ہے ۔ اُس سے ہمدردی ۔ اس کی خدمت ۔ اُس کا خیال بہت اہم اور ضروری ہے ۔

۳ ۔ خدمتِ خلق

حدیث شریف میں ایک جگہ آیا ہے کہ قیامت کے دن خدا تعالیٰ اپنے حقوق معاف فرما دے گا ۔ البتہ حقوق العباد کے متعلق پوچھے گا ۔ یہ بات کئی بار مشاہدہ میں آئی ہے کہ بعض حضرات دینی فرائض کی ادائیگی کے بعد یہ سمجھ لیتے ہیں ۔ کہ اب اُن پر مزید کچھ فرض نہیں ۔ خدمتِ خلق میں انسان ہی صرف شامل نہیں بلکہ اس میں ساری مخلوقِ خدا شامل ہے ۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تو چیونٹیوں تک پر رحم کا حکم صادر فرمایا ہے ۔

۴ ۔ شادی بیاہ کی رسُومات

بدقسمتی سے پاکستان کے ماحول میں ہندوانہ رسومات بڑے زور شور سے داخل رہی ہیں ۔ ہم شادیوں پر بے دریغ خرچ کرنے لگ گئے ہیں ۔ بجلی کی کمی کے باوجود جس بے دریغ طریقہ پر روشنی کا اہتمام کیا جاتا ہے وہ حقائق کا منہ چڑانے کے مترادف ہے ۔ جہیز ۔ بری ۔ تیل ۔ مائیوں ۔ مہندی ۔ بارات ۔ ولیمہ پر اس طور دولت ضائع کی جاتی ہے کہ الامان والحفیظ ۔ اور معاشرہ کے اس متلاطم اور طوفان زدہ سمندر میں بے چارہ احمدی معاشرہ بھی متاثر ہوتا نظر آتا ہے ۔

پھر شادی کی دعوت پر جو وقت مقرر ہوتا ہے ۔ دُور دُور تک اس کا احترام نہیں کیا جاتا جو مدعو لوگوں کے لئے تکلیف کا باعث بنتا ہے ۔

شادیوں کے موقع پر اسراف اور فضول خرچی اور روپے پیسے کے ضیاع کے نئے نئے طریقے اختیار کئے

جاتے ہیں۔ مجھے گھر کا نگران اور ذمہ دار ہوتے ہوئے اس کمزوری۔ لاچاری اور کم مائیگی کا اظہار کرتے کوئی حجاب نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ معاملہ دراصل خواتین سے متعلق ہے۔ میں احمدی خواتین کو۔ میں اپنی ماؤں بہنوں۔ بیٹیوں اور بہوؤں کو اپیل کرتا ہوں۔ ہاں ہاں میں اُن خواتین کو مخاطب ہوں جو ضرورت پڑنے پر خدا کے گھروں کی تعمیر کے لئے اپنے زیورات تک بے دریغ پیش کر دیتی ہیں۔ وہ اس میدان میں ہم مردوں کی مدد کریں۔ "کوئی کیا کہے گا"۔ "ہمارے متعلق لوگ کیا سوچیں گے"۔ "ہم کس سے بھلا کم ہیں" وغیرہ قسم کے جملے ہمارے گلوں کا طوق بن کر رہ گئے ہیں۔ مانا زیب و زینت اور زیور سے محبت عورت کا حق ہے۔ مگر حق کی بھی کوئی حد اور تعین ہونا چاہیئے۔ اگر آج ہماری ماں۔ ہماری بہن۔ ہماری بیوی۔ ہماری بیٹی۔ ہماری بہو تہیہ کر لے کہ ہم نے سادگی اختیار کرنی ہے تو یقین مانیئے کہ ہم مردوں کے سر سے مسائل کا ایک بوجھ اُتر جائے گا۔

پھر اس کے ساتھ ساتھ پردہ کے پہلو پر بھی زور دیجئے۔ اس پر عمل کیجئے۔ اگر آپ کا کوئی ہمدرد۔ کوئی خیر خواہ آپ کو اس کی طرف توجہ دلائے تو بُرا نہ مانیئے۔ خاکسار کو اس بارہ میں چند ایک تلخ تجربات سے واسطہ پڑا ہے۔ آپ کے خیر خواہ ہی آپ کو اس بارہ میں نصیحت کریں گے۔ غیروں کو کیا کہ آپ پردہ کا احترام کرتے ہیں یا نہیں۔

قصہ المختصر احمدی معاشرہ نام ہے دینِ حق کی اقدار کا احترام کرنا۔ اس میں جہاں جماعت کی نیک نامی ہے وہاں اس میں ہمارا سراسر فائدہ ہے۔ نفع ہے اور زندگی میں ایک سکون۔ ایک آرام اور ایک ٹھہراؤ پیدا ہو جاتا ہے۔

دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ہم کو دینِ حق کے بتائے ہوئے راستوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم اپنی ساری توانائیاں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ترقی اور بہتری کی طرف موڑ دیں۔

تعزیت و دعا

محترم عبدالحمید صاحب بشیر سیکرٹری تحریک جدید کی خوشدامنہ محترمہ بی بی صاحبہ بعمر ۹۵ سال مورخہ ۱۲۔ اگست کو وفات پا گئی ہیں۔

محترم ملک لطیف احمد صاحب ناظم ضلع شیخوپورہ نے تحریر کیا ہے کہ مکرم چوہدری غلام حیدر صاحب نمبردار زعیم انصار اللہ وار برٹن بعمر ۸۵ سال مورخہ ۹۔ جون کو وفات پا گئے ہیں۔

ادارہ ان احباب کی وفات پر انکے جملہ عزیز و اقارب سے تعزیت کرتے ہوئے انکی مغفرت اور بلندیٔ درجات کیلئے دعا گو ہے۔

امامت

صد شکر کہ ہم لوگ ہیں انصارِ امامت
ہیں قلب و جگر مہبطِ اقدارِ امامت

سلطانیٔ جمہور تو دم توڑ رہی ہے
دراصل زمانہ ہے طلبگارِ امامت

مایوس و پریشاں نہیں ہونے کی ضرورت
تسکین کا سامان ہے دربارِ امامت

ملّت سے جو تھا وعدۂ حق غلبۂ دیں کا
مژدہ ہے اُسی کے لئے گلزارِ امامت

چھا جائیں گے دنیا پہ غلامانِ محمدؐ
ہر آن رہیں گے جو وفادارِ امامت

شبّیر ابد تک شہِ کونین ہے حاکم
تا حشر یہ ملّت ہے سزاوارِ امامت

چوہدری شبّیر احمد

زورِ دعا دیکھو تو!

ناقابلِ فراموش

انسانی زندگی کے نشیب و فراز اس کے سفر و قیام میں بسا اوقات ایسے واقعات پیش آتے ہیں جو انمٹ نقوش چھوڑ جاتے ہیں اور اپنے غیر معمولی اثرات کے باعث بھلائے نہیں بھولتے ۔ ایسے واقعات سے اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان اور قبولیت دعا کا پہلو اتنا نمایاں ہوتا ہے کہ وہ ایک کرشمہ قدرت نظر آتا ہے اور ربِّ قدیر کی ذاتِ اقدس پر اور بھی ایمان پختہ ہو جاتا ہے ۔ ایسے ہی ناقابلِ فراموش واقعات درج ذیل ہیں ۔

(ایڈیٹر)

○

بلائے او بگرداں

گذشتہ دنوں سلسلہ کے ایک کارکن کی آپ بیتی نے بڑا متاثر کیا ۔ وہ چندہ کی ایک خاصی رقم جمع کر چکے تھے ۔ دو بار بینک ڈرافٹ بنوانے کی کوشش کی مگر ڈرافٹ نہ بن سکا ۔ فجر کی نماز سے قبل خواب میں "میجر نذیر احمد بھٹی" نام کے ایک آدمی کو دیکھا ۔ نذیر نام سے فکر ہوئی ۔ اور دعاؤں میں مصروف ہو گئے ۔ خصوصاً سفر میں زیر لب بہت دعائیں کرتے رہے ۔ مجبوراً رقم بریف کیس میں رکھنا پڑی اور سفر پر روانہ ہو گئے ۔ انہوں نے بیان کیا کہ :-

مَیں نے سیکرٹریٹ سے اسٹیشن کی ویگن پر سوار ہونا تھا ۔ مگر ہوا یوں کہ سٹیشن کی بجائے کسی اور طرف جانے والی ویگن میں سوار ہو گیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میرے ایک ہاتھ میں بریف کیس اور دوسرے میں ایک لفافہ تھا جس میں ڈاک تھی ۔ چند لمحوں کے بعد جب مَیں کرایہ دینے لگا تو کنڈکٹر نے بتایا کہ یہ ویگن تو سانده جا رہی ہے جلدی سے ویگن رکوائی ۔ آگے اشارہ بھی آ رہا تھا ۔ ڈاک کا لفافہ ہاتھ میں لئے ویگن سے نیچے اتر آیا اور بریف کیس ویگن میں ہی رہ گیا ۔

فطرتاً بڑی گھبراہٹ ہوئی اور یہ احساس بھی ساتھ ہی پیدا ہوا کہ بریف کیس کا اب ملنا ایسے ہی ہے جیسے سمندر میں سوئی پھینک کر اسے تلاش کرنے کی خواہش کی جائے ۔ یہ احساس بھی سوہانِ روح بن رہا تھا کہ گم ہونے والی رقم بھی چندہ کی ہے ۔ نقصان کے علاوہ بدنامی کا خوف بھی تھا ۔ مَیں اسی ادھیڑ بُن

میں تھا۔ کہ ایک رکشہ والے نے میرے پاس آکر بریک لگائی اور دریافت کیا کہ آپ نے کہاں جانا ہے۔ میں نے اپنی پریشانی کا ذکر اس سے کیا۔ رکشا والے نے کہا کہ فوراً رکشا میں بیٹھیں اس کا پیچھا کرتے ہیں۔ میں زیرِ لب دعائیں کرتا ہوا اس میں سوار ہوگیا اور یہ گمان بھی میرے دل میں گزرا کہ شاید یہ الٰہی تدبیر ہو۔

رکشا والے نے رکشا سانده کی طرف بھگا دیا اور ساتھ ہی پوچھا کہ آپ کو ویگن کا نمبر۔ رنگ۔ ڈرائیور یا کنڈیکٹر کا چہرہ مہرہ کچھ معلوم ہے۔ میں نے نفی میں جواب دیا۔ مجھے تو کچھ بھی معلوم نہ تھا۔ رکشا والے نے تسلی دیتے ہوئے کہا کہ پریشان نہ ہوں ہم ویگن کو سانده اڈہ پر پکڑ لیں گے۔ کیونکہ اس نے سانده سے لوٹ کر سٹیشن جانا ہے۔

رکشا نامعلوم منزل کی طرف تیزی سے رواں دواں ہے اور میں پریشان اور زیرِ لب دعاؤں میں مصروف۔ سوائے دعا کے کوئی چارہ نہ تھا۔ سانده اڈہ پر پہنچ کر تین ویگنیں ایک دوسرے کے پیچھے لگی ہوئی سواریاں لادنے میں مصروف تھیں۔ رکشے والے نے سب سے پیچھے والی ویگن کے پاس جا کر بریک لگا دی۔ پریشان حال ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ رکشے سے اتر کر اس ویگن کی طرف لپکا۔ اس ویگن میں اگلی سیٹ پر دو آدمی موجود تھے۔ میں نے ان سے مخاطب ہو کر کہا۔ کہ اس ویگن میں میرا بریف کیس رہ گیا ہے؟

خدا کی مدد دیکھئے کہ وہ دونوں ڈرائیور اور کنڈیکٹر تھے جو اسی بریف کیس کو کھول کر اشیاء کو دیکھ رہے تھے۔ اس بریف کیس میں ایک بڑا خوبصورت SHAVING BOX تھا جس کو دیکھنے میں وہ مصروف تھے۔ ابھی انہوں نے وہ پہلی آئٹم ہی دیکھنی شروع کی تھی کہ میں پہنچ گیا۔ دونوں نے میری بات سن کر اسی طرح کھلا ہوا بریف کیس میری طرف بڑھا دیا اور کہا کہ ہم تو یہ دیکھ رہے تھے کہ کہیں کوئی بم ہی بریف کیس میں رکھ کر بھاگ نہ گیا ہو۔ میں نے اسی حالت میں بریف کیس لے کر اسے ایک سیٹ کی اوٹ میں رکھا اور کپڑوں کی ایک تہہ اٹھا کر چندہ کی رقم چیک کی تو میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ وہ رقم پوری موجود تھی۔ اور سوائے اس بکس کے جسے انہوں نے اسی طرح رکھ دیا کوئی چیز اپنی جگہ سے نہ چھیڑی تھی۔ میرا دل خدا کی حمد سے بھر گیا اور بے ساختہ زبان سے شکر کے جذبات نکلے۔ اتنے بڑے ابتلا میں پڑ کر باسلامت نکل آنا میرے لئے بے انتہا خوشی اور مسرت کا باعث تھا۔ میری توجہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ ذیل دعائیہ فارسی مصرعہ کی طرف ہوئی۔

؎ بلائے او بگرداں گر گہے آفت شود پیدا

کہ اے خدا اگر کبھی ایسا ناصر دین کسی مصیبت میں پھنس جائے تو یہ مصیبت اس سے دور کر دینا۔

"تیرے کام میں مصروف ہوں"

ایک سفر کے دوران پیش آنے والا یہ ناقابلِ فراموش واقعہ ہے جو راقم الحروف تحدیث نعمت کے طور پر بیان کر رہا ہے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب خاکسار ضلع سیالکوٹ کے مربّی کے طور پر تعینات تھا۔ کنجرور کی طرف سفر کر رہا تھا۔ کہ نارووال بائی پاس پر کنڈیکٹر نے بڑی عجلت میں بس خالی کروالی کہ شکر گڑھ ساتھ والی بس جا رہی ہے۔ یہ کام اتنی عجلت میں ہوتا ہے کہ مسافر کا سامان بھول جانا کوئی عجیب بات نہیں۔ چنانچہ خاکسار سلائیڈر پر دو چیکر تو لے کر دوسری بس میں جا بیٹھا مگر ایک بیگ جس میں قیمتی اشیاء و کیش تھا۔ اسی بس میں رہ گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمۃ اللہ تعالیٰ کے شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی (جھنگ کے زمانہ کی محفوظ) ایک خاص نشان کی حامل اسی بیگ میں میری سب سے قیمتی متاع بھی تھی۔ جس کا مجھے بڑا دکھ ہوا۔ شکر گڑھ کی بس آدھے گھنٹے کی مسافت طے کرتے ہوئے دربار صاحب کرتار پور کے سٹاپ پر پہنچنے والی تھی کہ مجھے اپنا بیگ یاد آیا تو ایک لمحہ کیلئے تو حواس باختہ ہو گیا۔ ساتھ والے مسافروں نے بتایا کہ بیگ ساتھ نہیں لایا تھا۔ سٹاپ پر اُترا تو کنجرور کے دوست اطلاع کے مطابق آئے ہوئے تھے۔ انہیں سلائیڈر پر دو چیکر دے کر کہلا بھیجا کہ بیگ کیلئے ایک کوشش کرتا ہوں مگر پروگرام تک پہنچ جاؤں گا۔ نارووال پہنچ کر اڈہ کے مینجر سے دریافت کیا کہ فلاں وقت کس کس نمبر کی بس آئی ہے۔ اڈہ کے مینجر نے بتایا۔ کہ اس وقت صرف ایک بس اڈہ میں آکر ظفروال جا چکی ہے۔ دو اڈہ میں آنے کی بجائے واپس ایک سیالکوٹ اور ایک پسرور چلی گئی ہے۔ یہ ۱۱۔ دسمبر ۸۲ء کا واقعہ ہے۔ مجھے مزید پریشانی یہ تھی کہ کنجرور میں احباب جماعت اور مہمان جمع ہیں۔ وہ کیا سوچیں گے۔ مسافر کے ناطہ یہ یقین ہو گیا کہ دعا مستجاب ہو گی۔ چنانچہ یہ دعا کی کہ اے اللہ میں تو تیرے کام میں مصروف ہوں اور چار شہروں میں تین متحرک بسوں سے یا کسی مسافر کے پیچھے جا کر بیگ تلاش کرنا تو ناممکن ہے۔ مگر تیرے لئے تو ممکن ہے۔ چنانچہ خاکسار اصل پروگرام کیلئے ۸ بجے شب کنجرور پہنچ گیا۔ جہاں بشدت انتظار تھی۔ پروگرام خدا تعالیٰ کے فضل سے کامیاب رہا۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴ تاریخوں کو مسلسل پروگرام تھا۔ ان سے فارغ ہو کر سیالکوٹ واپس پہنچا اور برادرم خواجہ ظفر احمد صاحب کو تینوں بسوں کے نمبر دے دئے۔ جنہوں نے ٹریفک پولیس کے سارجنٹ کو کہا کہ بیگ کی تلاش کی جائے۔ ظاہری طور پر کوئی امید نہ تھی نامعلوم بیگ بس میں رہا یا کوئی مسافر لے گیا۔ لیکن مجھے یہ یقین تھا۔ کہ یہ نابکار جس کیلئے سفر کر رہا تھا وہ گمشدہ بیگ ضرور لوٹائے گا اور اپنے مسافر کی دعا قبول کرے گا۔ ایک ماہ گزر گیا۔ خاکسار سب کچھ بھول گیا۔ مگر "شناختی کارڈ" کی فوٹوسٹیٹ نے بے چینی قائم رکھی کہ وہ ایک تبرک تھا۔ پورے ایک ماہ بعد جب خاکسار ربوہ آچکا تھا تو برادرم خواجہ ظفر احمد صاحب کا خط ملا۔ کہ بیگ ان کے پاس بمعہ جملہ اشیاء کے صحیح سلامت پہنچ گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ ڈرائیور کنڈیکٹر نے بیگ کی اشیاء دیکھ کر سمجھ لیا کہ کسی احمدی کو پہنچا دینا از بس ضروری ہے۔ چنانچہ انہوں نے ہر چیز محفوظ پہنچا دی۔ جو ایک کرشمہ سے کم نہ تھا۔

طب و صحت

شہد — ایک مُفید غذا اور مؤثر دوا

(۲)

خالص شہد کی شناخت:۔ خالص اور ناخالص اشیاء کا سلسلہ ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔ خصوصاً آج کل اصل اور نقل کا رواج عام چل نکلا ہے۔ ترقی یافتہ ممالک نے تو جو اصول اور قانون بنائے ہیں انہیں اختیار کرتے ہیں مگر ایک بہت بڑی تعداد ایسے ممالک کی ہے جہاں کا معاشرہ عام طور پر کسی اخلاقی ضابطے کا پابند نہیں۔ جہاں تک انسان اور حیوان کی خوراک اور غذا کا تعلق ہے اس میں بھی دیدہ دانستہ ملاوٹ کی جا رہی ہے۔ جو زندگی کے لئے نہایت مہلک ہے۔

شہد جیسی مفید چیز میں ملاوٹ بعض اوقات بہت زیادہ خطرناک ثابت ہوتی ہے۔ خصوصاً جب اسے دوا کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہو۔ ناخالص شہد کی تھوڑی سی مقدار بھی بہت زیادہ نقصان کا موجب ہے۔ اس لئے خالص شہد کی پہچان بہت ضروری ہے۔ خالص شہد کی شناخت کے بعض طریقے بتائے جاتے ہیں۔ ان کا تجربہ کرنا چاہیئے تاکہ اصل اور نقل کی تمیز کی جا سکے۔

۱۔ ایک شیشے کے گلاس میں پانی لے کر شہد کا ایک قطرہ ڈالیں اگر یہ قطرہ بغیر حل ہوئے سیدھا نیچے بیٹھ جائے تو شہد خالص ہے۔ اگر فوراً حل ہو جائے تو ملاوٹ ہے۔ لیکن ملاوٹ کے تناسب سے حل ہونے کا عمل ہوگا۔

۲۔ شہد کا ایک قطرہ کسی تنکے یا کسی چیز پہ رکھ کر آگ لگائیں تو اصلی شہد فوراً آگ پکڑ لے گا۔

۳۔ اگر شہد کو کسی پلیٹ میں گرائیں تو خالص شہد پتلی دھار (سانپ جیسی کنڈلی) کی شکل میں پلیٹ میں جمع ہوگا۔

۴۔ سوتی کپڑے یا لٹھے کے ٹکڑے پر خالص شہد کے ایک دو قطرے گرائیں۔ اور کپڑے کو ایک طرف اٹھائیں یا ٹیڑھا کریں تو شہد پارے کی طرح لڑھک جائے گا۔ نقلی یا ملاوٹ والا کچھ کپڑے میں جذب ہو جائے گا اور چمٹ جائے گا۔

۵۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کتا خواہ کتنا ہی بھوکا کیوں نہ ہو شہد کبھی نہیں کھاتا۔ روٹی جس کے ساتھ شہد لگا ہو اگر شہد اصلی ہوگا تو کتا اس کو مُنہ نہیں لگائے گا۔

کیمیائی طریقہ امتحان:- اس کا ایک طریقہ کیمیائی طور پر ٹیسٹ کرنے کا بھی ہے۔ تین قطرے پوٹاشیم ایک قطرہ آیوڈین دس قطرے پانی کے محلول میں پانی ملا شہد ڈالیں اور اس کو خوب ہلائیں۔ اگر شہد والے پانی کا وہی رنگ رہے تو شہد خالص ہوگا۔ اگر سرخ۔ عنابی یا جامنی رنگ ہو جائے تو ناخالص ہوگا۔

علاج کے مختلف طریقے اور شہد:- دنیا میں مختلف طریق علاج موجود ہیں۔ بعض قدیم اور بعض نئے ترقی یافتہ دور کے ہم آہنگ۔ بعض دو مختلف طریق علاج ایک دوسرے کے متضاد بھی ہیں۔ ان سب میں شہد کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

طب یونانی:- طب یونانی میں ایک سال پرانا شہد درجہ اوّل میں خشک اور درجہ دوم میں گرم سمجھا جاتا ہے۔ اور دو سال پرانا تیسرے درجہ میں گرم اور خشک ہے۔ بعض حکیم اسے گرم تر بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اسے کئی قسم کی دواؤں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ خاص طور پر بعض معجونوں میں اس کا استعمال ہوتا ہے۔ طب یونانی میں اسے برابر مقدار میں گھی کے ساتھ ملا کر استعمال کرنا منع ہے۔ اسی طرح حکیم شہد کا استعمال گرم مزاج والوں کو خالص شہد استعمال کرنے کی بجائے پانی دودھ اور دہی کے ساتھ ملا کر استعمال کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ طب میں شہد کو حسن بخش۔ معدہ کے لئے تقویت کا موجب اور بھوک بڑھانے والا قرار دیا گیا ہے۔

آیورویدک:- یہ طریق علاج دنیا کا ایک قدیمی طریق ہے۔ شہد کو بادی بلغم اور ریح دور کرنے والا بھی سمجھا جاتا ہے۔ وید صاحبان اسے صدیوں سے کوڑھ۔ بواسیر۔ کھانسی جریان۔ ہچکی۔ دمہ اور آنکھوں کی بیماریوں میں استعمال کرتے چلے آئے ہیں۔

ایلوپیتھی:- گلے اور سینے کے امراض میں اسے ایک عمدہ دوا قرار دیا گیا ہے۔ اور بعض ادویات میں ایک لازمی جزو ہے۔ اور بیماریوں سے بچنے کے لیے اس کے استعمال پر زور دیا گیا ہے۔

ہومیوپیتھک طریق علاج:- مورخہ ۷ جون کی ہومیوپیتھی کلاس نمبر ۱۹ کے پروگرام جو M.T.A (احمدیہ ٹیلی وژن) میں نشر ہوا۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے شہد اور ہومیوپیتھی کی مندرجہ ذیل اہم ادویہ کا ذکر فرمایا۔

۱- ایپس میلیفیکا: (APIS MELLIFICA) یہ شہد سے بنی ہوئی دوا ہے۔ شہد کی مکھی کی شفا کے تین مادے ہیں۔ فرانس میں ایک تحقیق ہو رہی تھی کہ جو مختلف کیڑے مکوڑے INSECTS ہیں ان کے ساتھ کس قسم کے بیکٹریا چمٹے

ہوتے ہیں۔ عمومی ہیں یا کوئی خاص۔ ہر ایک انسیکٹ کے ساتھ جراثیم دریافت ہوئے مگر شہد کی مکھی کے ساتھ کوئی جراثیم نہ ملے۔ وہ کلیتہً شفاف اور صاف ستھری پائی گئی۔ پھر یہی موضوع تحقیق بن گیا۔"

(الفضل ۳۔ جولائی ۱۹۹۴ء)

۲۔ "پاپولس کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثالث (نور اللہ مرقدہٗ) کو علم تھا کہ آپ کو شہد پر تحقیقات کا بڑا شوق تھا۔ آپ ڈنمارک تشریف لے گئے تو شہد کی مکھی کا ایک فارم دیکھنے گئے۔ جس شخص کا یہ فارم تھا اسے پاپولس کا بڑا جنون تھا۔ اس نے پاپولس کے ذریعہ نظام شفا پر ایک مضمون لکھا۔ پھر وہ ربوہ بھی آئے۔ ان کی دعوت ہمارے گھر پر ہوئی...... شاید مقصد یہی تھا کہ مجھے اس بارہ میں علم ہو جائے...... اس دعوت میں جو باتیں ہوئیں اس سے مجھے اس بارہ میں علم ہوا۔

حضرت صاحب نے فرمایا اس کا ایک بار میں نے خود تجربہ کیا۔ عام نزلہ زکام HOYFEVER میں اچھی اور مفید دوا ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا ایک مریض کا ناک گل گیا تھا۔ ہر جگہ علاج ہو چکا تھا۔ طبی بھی اور ایلوپیتھک بھی مگر ہر جگہ ناکامی ہوئی اوپر سے گلابی کچا سا رنگ ہو گیا تھا اور یہ اندر سے گلتا جا رہا تھا۔ اسے میں نے پاپولس کا ایک کیپسول دیا۔ ہفتہ دس دن کے اندر اندر ناک بالکل ٹھیک ہو گیا۔ (آپ نے) فرمایا یہ دوا گہرے اور کرانک زخموں میں مفید ہے۔ نزلہ زکام میں جب جسم میں گرمی ہو: لگتا ہے کہ سارا جسم سینک دے رہا ہے۔"

(الفضل ۱۳۔ جولائی ۹۴ء صـ۳ کالم ۱-۲)

شہد اور شہد کی مکھی پر تحقیقات کے بارہ میں اہم ارشادات

احمدیہ ٹیلی وژن میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہومیوپیتھی کلاس مورخہ ۶، ۷ جون میں بعض اہم ارشادات یہاں دیئے جا رہے ہیں۔ تاکہ اس پر اہل علم دوست تحقیق کریں۔

۱۔ آپ نے فرمایا

"میں نے ایک دفعہ وقف جدید میں مختلف موسموں۔ مختلف وقتوں، مختلف پھولوں وغیرہ اقسام کے الگ الگ شہد جمع کروائے۔ ان کے رنگوں کے اعتبار سے بھی ان کو الگ الگ کیا۔ قرآن کریم نے ان رنگوں کے علیحدہ ہونے کا ذکر کیا ہے۔ جب قرآن نے یہ بات بیان فرمائی ہے تو اس میں ضرور کوئی حکمت ہوگی۔"

"شہد کے مختلف رنگوں پر غور کریں۔ مختلف موسموں اور مختلف پھولوں کو جمع کریں۔ ان پر تحقیق کریں۔"

۲۔ "شہد پر جو حقیقی سائنٹفک تحقیق ہوئی ہے ۔ اس کے مطابق ڈنمارک میں بھی تحقیق ہوئی ہے ۔ کینسر کے زخموں اور آنکھوں کی بیماریوں پر تحقیق چاہیئے ۔ اس پر جیسا کہ حق تھا تحقیق نہیں ہوئی ۔ ایک چیز ہے جس کو قرآن کریم نے خاص طور پر بیان کرنے کے لئے چنا ہے ۔ اس پر اسی اہمیت کے اعتبار سے تحقیق چاہیئے۔"

۳۔ "نیم کا شہد کڑوا بھی ہوتا ہے جسے لوگ پسند نہیں کرتے ۔ یہ ذیابیطس میں مفید ہوتا ہے ۔ ایک دفعہ میں نے حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے لئے خاص طور پر جنگل سے تلاش کروایا تھا ۔ اسی طرح کیکر کا شہد اپنا اثر رکھتا ہے ۔ مختلف موسموں میں پھولوں اور مختلف رنگوں کا شہد ملا کر ان کو ان کے رنگوں کے اعتبار سے الگ الگ کیا جائے ۔ پھر بیماریاں معین کی جائیں کہ فلاں شہد فلاں بیماری میں کام آتا ہے ۔ اس سے تحقیق کے کئی رستے کھل سکتے ہیں ۔" (الفضل ۲۹ ۔ جون ۹۴ء صفحہ ۲ کالم ۱-۲)

۴۔ فرمایا

"شہد کے چھتے کے ارد گرد مکھی کوئی چیز لگاتی ہے ۔ ہر دفعہ جب آتی جاتی ہے اس پر پاؤں لگا کر اڑتی ہے اور واپس آکر بھی پاؤں اس پر لگا کر پھر چھتے میں داخل ہوتی ہے ۔ چھتے کی دہلیز پر جو دوا لگی ہوتی ہے وہ ایک مادہ ہے ۔ جسے پاپولس کہتے ہیں ۔ اس میں حیرت انگیز جراثیم کش مادے پائے جاتے ہیں ۔ کوئی ارتقاء EVOLUTION اس کا حل نہیں پیش کر سکی ۔ سوائے اس کے کہ یہ کہا جائے کہ اللہ نے حکم دیا تھا ۔"

فرمایا

"احمدیوں کو اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے ۔ کہ ایک شہد کی ہی مکھی ہے جو یہ کام کرتی ہے ۔ عام مکھی جو بیماریوں کا ذریعہ ہے اسے وحی کا درجہ عطا نہیں کیا گیا ۔ شہد کی مکھی جو رس چوستی ہے اس میں یہ اپنا لعاب شامل کرتی ہے ۔ زبان پر اس رس کو لے کر بار بار زبان پر ملتی ہے ۔ حتیٰ کہ ایک قطرہ کا ایک ذرہ رہ جاتا ہے ۔" (الفضل ۳ ۔ جولائی ۹۴ء صفحہ ۳ کالم ۱)

سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے مذکورہ ارشادات اہلِ علم کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ وہ شہد اور شہد کی مکھی اور اس کے عوامل کے بارہ میں تحقیق کریں ۔

(ن ۔ خ ۔ ن)

بقیہ: درس الحدیث

پس یہ ارشاد نبوی روشنی کا ایک مینار ہے ۔ جو انسان کو محبت اور عرفان الٰہی دینے والا اور فلاح و نجات سے ہمکنار کرنے والا ہے ۔ اور یہی ہمارا مطلوب و مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حقیقی محبت اور سچا عشق ہمارا سرمایہ حیات ہو ۔

غزل

جگا سکتے ہیں اہلِ عشق ہی اقوامِ عالم کو

تاثّر لے بھلا وہ آنکھ کیا اُن کی جوانی سے ؟
نگہ جس کی نہیں فارغ طوافِ حُسنِ فانی سے

ہرے دریائے دل میں درد کے طوفان اُٹھتے ہیں
میں گلزارِ سخن ہوں سینچتا آنکھوں کے پانی سے

تمنّاؤں کے غنچے ان کے اشکوں سے ہوئے خنداں
گلوں پر تازگی آئی ہے پھر شبنم فشانی سے

غمِ اُلفت کے متوالوں کی مجھ سے پوچھتے کیا ہو !
جو تسکینِ جگر پاتے ہیں اس سوزِ نہانی سے

جو مِٹ کر دہر میں کرتے ہیں نقشِ جاوداں پیدا
وہ کیوں نہ ہاتھ کھینچیں منتِ بہزاد و مانی سے!

ہِلا سکتی نہیں ہیں آنکھ اُن سے بجلیاں یارب!
دھڑکتے سیلِ تند و تیز ہیں اُن کی جوانی سے!

اذیّت اِس قدر دیتے نہیں صحرا کے کانٹے بھی
چبھن جتنی ہے ہوتی واعظوں کی گُل فشانی سے

مُنوّر آنسوؤں سے ہے ہمیشہ رہگذر تیری
کہ وابستہ تری منزل ہے اشکوں کی روانی سے
سُلگتی جس کے سینے میں ہو چنگاری محبّت کی
کبھی اُکتا نہیں سکتا صدائے "لن ترانی" سے

رسائی علم و دانش کی کہاں رازِ محبّت تک!
دلِ دیوانہ آگہ ہے رموزِ زندگانی سے
جنوں والے بڑھے جاتے ہیں آوازِ جرس سُن کر
پہ وہ نکلے نہیں گردابِ الفاظ و معانی سے
نہیں ہے عشق والوں کی کوئی بھی آخری منزل
یہ نکتہ میں نے سیکھا مہدیٔ آخر زمانی سے
جگا سکتے ہیں اہلِ عشق ہی اقوامِ عالم کو
کہاں یہ بات اے واعظ تری رنگیں بیانی سے!
انہیں اسلام کیا خطرہ ہے بحرِ زندگانی میں
کہ تھم جاتے ہیں طوفاں جن کے اشکوں کی روانی سے

عبدالسلام اسلام

محمدؐ اور احمدؐ نام میں ۔ دو جُدا جُدا کمال

"آپؐ کے مبارک ناموں میں سِر یہ ہے کہ محمدؐ اور احمدؐ جو دو نام ہیں اُن میں جُدا جُدا کمال ہیں ۔ محمدؐ کا نام جلال اور کبریائی کو چاہتا ہے ۔ جو نہایت درجہ تعریف کیا گیا ہے اور اس میں ایک معشوقانہ رنگ ہے کیونکہ معشوق کی تعریف کی جاتی ہے ۔ پس اس میں جلالی رنگ ہونا ضروری ہے ۔ مگر احمدؐ کا نام اپنے اندر عاشقانہ رنگ رکھتا ہے کیونکہ تعریف کرنا عاشق کا کام ہے ۔ وہ اپنے محبوب اور معشوق کی تعریف کرتا ہے ۔ اس لئے جیسے محمدؐ محبوبانہ شان میں جلال اور کبریائی کو چاہتا ہے اسی طرح احمدؐ عاشقانہ شان میں ہوکر غربت اور انکساری کو چاہتا ہے ۔ اس میں ایک سِر یہ تھا کہ آپؐ کی زندگی کی تقسیم دو حصوں پر کر دی گئی ۔ ایک تو مکّی زندگی ہے جو ۱۳ برس کے زمانہ کی ہے اور دوسری وہ زندگی جو مدنی زندگی ہے اور وہ دس برس کی ہے ۔ مکّہ کی زندگی میں اسم احمدؐ کی تجلّی تھی ۔ اس وقت آپؐ کی دن رات خدا تعالیٰ کے حضور گریہ و بکا اور طلب استعانت اور دعا میں گذرتی تھی اگر کوئی شخص آپؐ کی اس زندگی کے بسر اوقات پر پوری اطلاع رکھتا ہو تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ جو تضرّع اور زاری آپؐ نے اس مکّی زندگی میں کی ہے وہ کبھی کسی عاشق نے اپنے محبوب و معشوق کی تلاش میں کبھی نہیں کی اور نہ کر سکے گا ۔ پھر آپؐ کی تضرّع اپنے لئے نہ تھی بلکہ یہ تضرّع دنیا کی حالت کی پوری واقفیت کی وجہ سے تھی ۔ خدا پرستی کا نام و نشان چونکہ مٹ چکا تھا اور آپ کی روح اور خمیر میں اللہ تعالیٰ میں ایمان رکھ کر ایک لذت اور ایک سرور آ چکا تھا ۔ اور فطرتاً دنیا کو اس لذت اور محبت سے سرشار کرنا چاہتے تھے ۔ ادھر دنیا کی حالت کو دیکھتے تھے تو ان کی استعدادیں اور فطرتیں عجیب طرز پر واقع ہو چکی تھیں اور بڑے مشکلات اور مصائب کا سامنا تھا ۔ غرض دنیا کی اس حالت پر آپ گریہ و زاری کرتے تھے اور یہاں تک کرتے تھے کہ قریب تھا کہ جان نکل جاتی ۔ اسی کی طرف اشارہ کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا : لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ ۔ یہ آپؐ کی متضرّعانہ زندگی تھی اور اسم احمدؐ کا ظہور تھا ۔ اُس وقت آپؐ ایک عظیم الشان توجہ میں پڑے ہوئے تھے ۔ اس توجہ کا ظہور مدنی زندگی اور اسم محمدؐ کی تجلّی کے وقت ہوا ۔ جیسا کہ اس آیت سے پتہ لگتا ہے ۔ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ کُلُّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ ۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۱۷۸-۱۷۹)

O